مقامِ قرآن
مؤلفین
میاں انوار اللہ اسلام آباد
ڈاکٹر حافظ محمد شہباز حسن
انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور
تقدیم و نظر ثانی
حافظ مقصود احمد
مدیر ماہنامہ دعوۃ التوحید اسلام آباد
www.KitaboSunnat.com
مرکز دعوۃ التوحید
اسلام آباد ۰ پاکستان

مقامِ قرآن

مؤلفین

میاں انوار اللہ اسلام آباد

ڈاکٹر حافظ محمد شہباز حسن

انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور

تقدیم ونظر ثانی

حافظ مقصود احمد

مدیر ماہنامہ دعوۃ التوحید اسلام آباد

مرکز دعوۃ التوحید

اسلام آباد ۰ پاکستان

نام کتاب	:	مقامِ قرآن
مؤلفین	:	میاں انوار اللہ؛ ڈاکٹر حافظ محمد شہباز حسن
تقدیم ونظر ثانی	:	حافظ مقصود احمد
اشاعت	:	۱۴۳۳ھ بمطابق ۲۰۱۲ء
ناشر	:	مرکز دعوۃ التوحید، پوسٹ بکس ۱۲۴، اسلام آباد

بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ پاکستان فون: 042-37244973 فیکس: 042-37232369
بیسمنٹ سمٹ بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ، فیصل آباد۔ پاکستان فون: 041-2631204, 2034256
E-mail:maktabaislamiapk@gmail.com

فہرست مضامین

تقدیم

جملہ سعادتوں کا مرکز ومحور

اللہ رب العزت سب سے ارفع واعلیٰ ہے۔وہ ہر چیز سے بے نیاز ہے۔اس کی کوئی مثال نہیں:

﴿ فَلَا تَضْرِبُوا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ﴾ (١٦/ النحل:٧٤)

"اللہ کے لیے مثالیں نہ بیان کرو۔"

وہ اپنی مثال آپ ہے:

﴿ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ (١٦/ النحل:٦٠)

"اللہ کے لیے تو بہت ہی بلند مثال (صفت) ہے،وہ بڑا ہی غالب اور باحکمت ہے۔"

وہ اتنا عظیم ہے کہ نگاہیں اسے پا نہیں سکتیں۔جیسا کہ فرمایا:

﴿ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ﴾ (٦/ الانعام:١٠٣)

"نگاہیں اسے نہیں پا سکتیں جبکہ وہ نگاہوں کا علم وادراک رکھتا ہے۔"

اس فنا ہونے والی کائنات میں کوئی آنکھ اسے دیکھنے کی تاب نہیں رکھتی،جیسا کہ کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے شوقِ زیارت کے جواب میں رب کائنات نے فرمایا:

﴿ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ ﴾ (٧/ الاعراف:١٤٣)

"انہوں نے عرض کی: میرے رب! مجھے زیارت کروایئے مَیں آپ کو دیکھنا چاہتا ہوں تو اُس نے فرمایا: تُو مجھے ہرگز دیکھ نہیں سکتا۔"

اتنی عظمتوں والی ذات سے اگر انسان دوستی کرنا چاہے؟اس کے قریب ہونا چاہے؟اس سے شرفِ ہمکلامی حاصل کرنا چاہے؟اس کی نوازشات سے بہرہ مند ہونا چاہے؟تو اس کا بھی کوئی راستہ ہے۔کوئی ذریعہ ہے۔کوئی سبیل ہے؟ہاں کیوں نہیں،اس کا واحد ذریعہ اس کی

نازل کردہ کتاب ہے، جو اُس کی رسی ہے، جو اُس کا نور ہے، جو اُس کی برہان ہے، جو اُس کی نصیحت ہے، جو اُس کا پیغام ہے، جو اُس کا کلام ہے، جو اُس کی حدیث ہے، جو اُس کی طرف سے عنایت کردہ روح ہے، جس میں ہدایت ہے، شفا ہے، رحمت و برکت ہے، دلوں کی راحت ہے، دنیا و آخرت کی سعادت ہے، جس میں شرح صدر ہے، عروج و کمال ہے، فرشتوں کی ہمنشینی ہے، اللہ کی معیت ہے، طہارتِ قلبی ہے، آنکھوں کا حیا ہے، جسم کی حفاظت ہے، روح کی بالیدگی اور باطن کی صفائی ہے۔

قرآنِ مجید کے علاوہ دنیا میں کوئی ایسی کتاب نہیں جس کی تلاوت بیشمار فوائد کی حامل ہو، قرآن مجید کی تلاوت کرنے والوں کا اللہ تعالیٰ کے ہاں کیا مقام ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((مَثَلُ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَهُوَ حَافِظٌ لَهٗ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ ، وَ مَثَلُ الَّذِیْ یَقْرَؤُهٗ وَهُوَ یَتَعَاهَدُهٗ وَهُوَ عَلَیْهِ شَدِیْدٌ فَلَهٗ اَجْرَانِ))

(بخاری، التفسیر، سورۃ عبس، ح:۴۹۳۷)

’’اس شخص کی مثال جو قرآن کی تلاوت کرتا ہے وہ اس کا حافظ بھی ہے، مکرم اور نیک لکھنے والے (فرشتوں) جیسی ہے۔ اور جو قرآن کی تلاوت بار بار کرتا ہے مگر وہ اس کے لیے دشوار ہے تو اسے دوگنا اجر ملے گا۔‘‘

اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کو قرآنِ مجید میں غور وفکر کی دعوت دی ہے، کیونکہ اُس کی سعادتوں کا دروازہ اُن کے لئے کھلتا ہے جو اِسے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ قرآنِ مجید میں غور وفکر نہ کرنے والوں کی اللہ تعالیٰ نے مذمت کی ہے، جیسا کہ فرمایا:

﴿ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ﴾ (۴۷/ محمد:۲۴)

’’کیا یہ لوگ قرآن میں غور وخوض نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر قفل چڑھے ہوئے ہیں۔‘‘

یعنی اگر یہ غور کرتے تو قرآنِ مجید انہیں ایمان ویقین کی بلندیوں پر فائز کر دیتا، انہیں جنت کے راستے پر گامزن کرتا، ان کے اخلاق وکردار کو سنوار دیتا، ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ

کی محبت سمو دیتا اور دنیا و آخرت کی سعادتوں سے بہرہ ور کر دیتا، مگر افسوس کہ ان کے دلوں کے دروازے نہ کھلے جس کی وجہ سے ان کی روحیں آسمان کی رفعتوں میں پرواز کے قابل نہ رہیں اور یہ دنیا و مافیہا کی حقیر لذتوں میں مقید ہو کر رہ گئیں۔

قرآنِ مجید سے تعلق قائم کرنے اور اس کی برکات سے مستفید ہونے کا عزم و شوق پیدا کرنے کے لئے محترم میاں انوار اللہ اور پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد شہباز حسن نے یہ کتاب ترتیب دی جو ''مقامِ قرآن'' کے نام سے قارئین کے ہاتھوں میں ہے، اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مؤلفین، قارئین اور ناشرین کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین۔

حافظ مقصود احمد
مدیرِ اعلیٰ ماہنامہ دعوۃ التوحید،
اسلام آباد

قرآن کا اجمالی تعارف

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی جانب سے بندوں کے نام آخری وحی ہے جو اپنے الفاظ و معانی ہر دو اعتبار سے آج تک محفوظ ہے اور تا قیامت محفوظ رہے گی، اسے ھدًی للناس، شفاء لما فی الصدور، موعظة و رحمة، ذکر و تذکرة اور احسن الحدیث وغیرہ القاب سے ملقب کیا گیا ہے، بلاشبہ یہ کتاب ہدایت بھی ہے اور کتاب تلاوت بھی، یہ کتاب ایک طرف انسان کو اپنے خالق و مولیٰ کی عبادت، اس کی طرف رجوع و انابت اور عجز و انکساری کے طریقے بتلاتی ہے تو دوسری طرف مسلمان کو اقوام عالم کی قیادت و سیادت اور جہاں بانی کے گر سکھاتی ہے۔ اس کی تلاوت اگر اجر و ثواب کا باعث ہے تو اس کے احکام کا نفاذ اور اس کی حدود کا قیام زمین اور اہلِ زمین پر نزول برکات کا سبب ہے۔ اس کتاب سے عملی وابستگی قوموں کو عروج پر پہنچاتی ہے اور اس سے دوری کے باعث اقوام قعرِ مذلت میں جا گرتی ہیں: اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَ يَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ (مسلم، فضائل القرآن، فضل من یقوم بالقرآن و یعلمه، ح:۸۱۷؛ ابن ماجة، ح:۲۱۸)

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخری الہامی کتاب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اپنے آخری نبی محمد ﷺ پر نازل کیا۔ قرآن کا لفظ خود اس وحی میں بتکرار آیا ہے۔ قرآن کہتا ہے:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ﴾ (۲/ البقرة:۱۸۵)

''رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق و باطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں۔''

لیلۃ القدر میں قرآن لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اتار دیا گیا اور وہاں بیت العزۃ میں رکھ دیا گیا۔ حسب ضرورت تیئس سالوں تک اترتا رہا۔ (تفسیر ابن کثیر)

"قرآن" کا لفظ خود قرآن کی سورتوں میں اکثر و بیشتر آیا۔ مثلاً:

① ﴿ وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ (۱۰/ یونس:۳۷)

"اور یہ قرآن ایسا نہیں کہ اللہ (کی وحی) کے بغیر (آپ نے خود ہی) گھڑ لیا ہو۔"

② ﴿ وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا ﴾ (۱۰/ یونس:۶۱)

"اور آپ کسی حال میں ہوں اور من جملہ ان احوال کے آپ کہیں سے قرآن پڑھتے ہوں اور جو کام بھی کرتے ہوں۔ ہم کو سب کی خبر رہتی ہے۔"

③ ﴿ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ ﴾ (۱۷/ بنی اسراءیل:۱۰۶)

"قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے اس لیے نازل کیا ہے کہ آپ اسے بہ مہلت لوگوں کو سنائیں۔"

④ ﴿ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ﴾

(۲۰/ طٰہٰ:۱۱۴)

"آپ قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کریں۔ اس سے پہلے کہ آپ کی طرف جو وحی کی جاتی ہے وہ پوری کی جائے۔"

اللہ نے قرآن آپ کو حفظ کروانا اپنے ذمے لیا ہوا ہے۔ (۷۵/ القیامۃ: ۱۸۔ ۱۹)

⑤ ﴿ وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۝ ﴾

(۲۵/ الفرقان:۳۰)

"اور رسول کہے گا: میرے رب! بیشک میری امت نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا۔"

⑥ ﴿ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ ﴾

(۱۶/ النحل:۹۸)

"جب آپ قرآن پڑھنے لگیں تو راندے ہوئے شیطان سے اللہ کی پناہ مانگیں۔"

⑦ ﴿وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ﴾ (۳۰/ الروم:۵۸)

''بے شک ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے سامنے تمام مثالیں بیان کر دی ہیں۔'' (ان مثالوں سے اللہ کی توحید اور رسولوں کی صداقت واضح ہوتی ہے۔ اسی طرح شرک کی تردید اور اس کا بطلان نمایاں ہو جاتا ہے۔)

یہ کتاب سب سے زیادہ پڑھی جائے گی۔ اس بات کی شہادت تو دشمنوں نے بھی دی ہے۔ ''قرآن سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے۔'' (انسائیکلو پیڈیا آف برٹینیکا)

اس کتاب کو اس لیے قرآن کہتے ہیں کہ حق اور ہدایت اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ نیز اس کی سورتیں اور آیات آپس میں اس طرح مربوط ہیں کہ کہیں بھی ان میں تعارض نہیں اور اسی طرح قرآن مجید کے مضامین، خواہ وہ عقائد سے متعلق ہوں یا عبادات یا اخلاق فاضلہ یا سیاسیات سے یا معاملات سے، آپس میں اس طرح ایک لڑی میں پروئے ہوئے معلوم ہوتے ہیں کہ انہیں جدا نہیں کیا جا سکتا۔

قرآن مجید میں ۱۱۴ سورتیں ہیں۔ ترتیب کے لحاظ سے پہلی سورۃ الفاتحہ ہے اور آخری سورۃ الناس ہے۔ نزول کے لحاظ سے پہلی سورۃ علق تھی اور آخری توبہ۔ اس میں سات منازل ہیں۔ پہلی منزل سورۃ الفاتحہ سے سورۃ النساء تک ہے۔ دوسری منزل سورۃ المائدۃ سے سورۃ توبہ تک ہے۔ تیسری منزل سورۃ یونس سے سورۃ نحل تک ہے۔ چوتھی منزل سورۃ بنی اسرائیل سے سورۃ فرقان تک ہے۔ پانچویں منزل کا آغاز سورۃ شعراء سے ہوتا ہے اور اختتام سورۃ یٰس پر ہوتا ہے۔ چھٹی منزل سورۃ الصّٰفّٰت تا سورۃ الحجرات پر مشتمل ہے اور ساتویں منزل سورۃ قٓ سے شروع ہو کر سورۃ الناس تک جاتی ہے۔ قرآن مجید میں رکوعات کی تعداد ۵۴۰ ہے۔ کل آیات ۶۲۳۶ ہیں۔

قرآن مجید کے کلمات کی تعداد ۸۶۴۳۰ ہے۔ قرآن مجید میں فتحات یعنی زبریں ۵۳۲۲۳ ہیں۔ کسرات یعنی زیریں ۳۹۵۸۲ ہیں۔ ضمات یعنی پیش ۸۸۰۴ ہیں۔ مدات ۱۷۷۱ ہیں۔ قرآن مجید میں کل تشدید ۱۲۷۴ استعمال ہوئے ہیں۔ قرآن مجید میں ۱۰۵۶۸۴ نقاط ہیں۔ قرآن میں پندرہ سجدے ہیں۔ قرآن مجید کے کاتبان وحی کی تعداد چالیس ہے۔

قرآن مجید کی سب سے بڑی سورة ''البقرۃ'' ہے۔جس کے چالیس رکوع ہیں۔سب سے چھوٹی سورة ''الکوثر'' ہے جس کی تین آیات ہیں۔جو ابراھیم رضی اللہ عنہ (نبی ﷺ کے بیٹے) کی وفات کے موقع پر نازل کی گئی۔جب کہ کفار نبی ﷺ کو اولاد نہ ہونے یا اولاد کے نہ بچنے کے طعنے دے رہے تھے۔سورة الفاتحہ کو ام الکتاب، ام القرآن، فاتحۃ الکتاب، سورة الصلوٰۃ، سورة الدعا اور السبع المثانی کہا جاتا ہے۔اس کی سات آیات ہیں۔قرآن مجید کی بہت سی سورتوں کے مشہور ناموں کے علاوہ کچھ دوسرے القابی نام بھی ہیں۔پیغمبروں کے نام سے قرآن مجید میں چھ سورتیں ہیں، جن کے نام یہ ہیں: یوسف، یونس، ابراھیم، نوح، محمد، ھود۔ نبی اکرم ﷺ کے معراج کا واقعہ قرآن مجید کی دو سورتوں بنی اسراءیل اور سورة النجم میں آیا ہے۔قرآن مجید میں سب سے لمبا تذکرہ موسیٰ علیہ السلام کا آیا ہے اور قصص میں سب سے بڑا قصہ یہی ہے۔کل چھبیس پیغمبروں کے نام اور مجمل کوائف قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں۔

قرآن کے بعض حصے مکہ مکرمہ اور بعض مدینہ منورہ میں نازل ہوئے، اس بنا پر سورتوں کی مکی اور مدنی تقسیم معروف ہے۔مکی دور ۱۷ رمضان، ۱۱ سال قبل ہجرت سے شروع ہوتا ہے اور ۱۱ ربیع الاول ۱ھ پر ختم ہوتا ہے۔یعنی مکی دور چار ہزار چار سو بیس دنوں پر مشتمل ہے جن میں ہجرت کے گیارہ دن شامل ہیں۔مدنی دور ۱۲ ربیع الاول ۱ھ سے شروع ہوتا ہے اور تین ہزار چار سو پینتیس دنوں پر مشتمل ہے۔پورا زمانہ نزول قرآن تقریباً ۲۲ سال ۵ ماہ اور ۱۴ دن ہے۔ مختلف روایات کی بنا پر مدت کا یہ تعین تخمینی ہے، قطعی نہیں۔

سورت: سورت کے معنی ہیں کسی پر حملہ کرنا، السور شہر پناہ کو کہتے ہیں۔اسی سے اس کے معنی بلندی ہیں۔ رفعت، شرف وفضیلت، بلندی و برتری، قرآن کریم کی سورت (Chapter) کو سورت کہنے کی بہت سی توجیہات بیان کی گئی ہیں۔بعض کا خیال ہے کہ ان کی فضیلت اور بلندی و برتری کی وجہ سے انہیں سورت کہتے ہیں۔بعض کہتے ہیں کہ چونکہ یہ منزل بہ منزل آتی ہیں اور ان سب کے مجموعے سے قرآن کریم کی عمارت کی تکمیل ہوتی ہے اس لیے انہیں سورت کہا جاتا ہے۔بعض نے کہا کہ چونکہ ان میں قرآن حکیم کے احکام محفوظ ہوتے ہیں، جس طرح شہر پناہ سے شہر کی حفاظت ہوتی ہے، اس لیے انہیں سورت کہا

جاتا ہے۔

سورتوں کو نبی ﷺ نے ہدایت ربانی کے مطابق ترتیب دیا ہے۔ یعنی یہ ترتیب توقیفی ہے۔ سورتوں کے نام بھی خود نبی ﷺ نے مقرر کیئے ہیں۔ سورتوں کے نام بعض اوقات محض سورت کے پہلے لفظ وحرف ہی کو قرار دیا گیا ہے، مثلاً القارعۃ، الحاقۃ، طٰہٰ، یٰس، اور ق وغیرہ۔ بعض اوقات سورت کے اندر سے کوئی نمایاں لفظ لے کر سورت کا نام تجویز ہوا۔ مثلاً البقرۃ، العنکبوت، الزخرف، النمل وغیرہ۔ بعض اوقات سورت میں بیان کردہ کسی اہم موضوع کا نام لیا گیا، مثلاً سورۃ آل عمران، سورۃ النور وغیرہ۔

سورتوں کی ایک اہم تقسیم زمانہ نزول کے مطابق کی گئی ہے، جو سورتیں قبل ہجرت نبوی، یعنی حضور ﷺ کے زمانہ قیام مکہ میں نازل ہوئیں، خواہ ان کا نزول شہر مکہ کی حدود سے باہر ہی ہوا ہے، مکی کہلاتی ہیں اور جو سورتیں بعد ہجرت نبوی یعنی زمانہ قیام مدینہ میں نازل ہوئیں وہ مدنی کہلاتی ہیں، خواہ ان کا نزول شہر مدینہ کی حدود سے باہر ہی ہوا ہو۔ لیکن یہ تقسیم صرف عمومی حیثیت سے ہے۔ ورنہ بارہا ایسا ہوا کہ رسول ﷺ نے مدنی سورت کے اندر مکی آیات رکھ دی ہیں یا اس کے برعکس۔ ربط مضمون اور مناسبتِ مقام کا صحیح تر اور لطیف تر احساس رسول ﷺ سے بڑھ کر اور کس کو ہو سکتا تھا۔

مکی و مدنی سورتوں کے نزول کا زمانہ اندازاً یوں مقرر کیا جا سکتا ہے:

ابتدائی مکی زمانہ — ۶۰ سورتیں — ۱، ۱۷، ۲۱، ۵۰، ۵۶، ۶۷ تا ۱۰۹، ۱۱۱، ۱۱۴

درمیانہ مکی زمانہ — ۱۷ سورتیں — ۲۹ تا ۳۲، ۳۴ تا ۳۹، ۴۰، ۴۶

آخری مکی زمانہ — ۱۵ سورتیں — ۶، ۷، ۱۰ تا ۱۶، ۲۲، ۲۳، ۲۵ تا ۲۸

۱۔۲ھ — ۶ سورتیں — ۲، ۴، ۷، ۸، ۶۱، ۶۲، ۶۴

۳۔۴ھ — ۳ سورتیں — ۳، ۵۸، ۸۹

۵۔۸ھ — ۹ سورتیں — ۴، ۵، ۲۴، ۳۳، ۴۸، ۵۷، ۶۰، ۶۳، ۶۵

۹۔۱۰ھ — ۴ سورتیں — ۹، ۲۶، ۴۹، ۱۱۰

سات لمبی سورتوں کو سبع طوال کہتے ہیں، وہ یہ ہیں: البقرۃ، آل عمران، النساء، المائدۃ،

الانعام، الاعراف اور الکہف۔

مئین سورتوں میں آیات سو سے زیادہ قریب قریب ہیں۔

مثانی وہ چھوٹی سورتیں ہیں جن کی آیات سو سے کم ہیں۔

ان کے بعد جو مختصر مختصر سورتیں مفصل کہلاتی ہیں، مفصل کے معنی ہیں محکم اور یہ بھی اپنے اختصار کے باوجود محکم اور واضح ہیں۔ مختصر ترین سورتیں الکوثر، العصر اور الاخلاص ہیں۔

منازل: روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے بعض اہل قلم کو قرآن مجید کی ہفتہ وار تلاوت یعنی ہفتے کے سات دنوں کے لیے قرآن مجید کی تلاوت کی اجازت دے دی تھی، بلکہ سات منزلیں خود حضور ﷺ نے متعین کر دی تھیں اور تمام صحابہ کو معلوم تھیں۔

رکوع: قرآن کریم کے متن میں رکوع کی تقسیم کے وقت یہ امر پیش نظر رکھا گیا کہ ایک مسلمان عام طور پر دن میں پانچ مرتبہ نماز میں کس قدر تلاوت کرتا یا کر سکتا ہے۔

رکوعوں کا تعین بنی امیہ کے عہد میں فضلا نے کیا تھا۔ ان کی تقسیم و تعیین میں معنی و مفہوم، تعداد آیات اور مضمون تینوں کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ ایک رکوع میں کم و بیش دس آیات ہوتی ہیں۔

قرآن کے متن میں رکوع ختم ہونے کی علامت ''ع'' ہے اور اس علامت میں تین ہندسے ظاہر کئے جاتے ہیں۔ اوپر کا ہندسہ بتاتا ہے کہ اس سورت کے کتنے رکوع اب تک پڑھے جا چکے ہیں۔ درمیان کا ہندسہ دکھاتا ہے کہ اس رکوع میں کتنی آیات ہیں اور نچلے ہندسے کا مطلب یہ ہے کہ اس پارے کا یہ کونسا رکوع ہے۔

جز یا پارہ: تلاوت کے نقطہ نظر سے اور بالخصوص طلباء کو قرآن کی تعلیم دینے کی غرض سے بنو امیہ کے عہد میں قرآن مجید کے متن کو تیس اجزا میں تقسیم کر دیا گیا، برصغیر پاک و ہند میں فارسی کے زیر اثر جز کو پارہ کہا جاتا ہے۔ انگریزی کے مترجموں نے جز کا ترجمہ Part کیا ہے۔ عام طور پر ایک پارے میں پندرہ تا بیس رکوع ہوتے ہیں۔ ہر پارے کا نام اس لفظ پر رکھا گیا ہے جس سے اس کا آغاز ہوتا ہے۔ ہر پارے کو چار حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ چوتھائی حصے کو ربع، آدھے حصے کو نصف اور تہائی حصے کو ثلث کہا اور لکھا جاتا ہے۔

تدوین قرآن: قرآن مجید نبی کریم ﷺ کی زندگی میں احاطہ تحریر میں آ گیا تھا۔ جب کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ ﷺ اسی وقت کسی ایک کاتبِ وحی کو بلا کر اس آیت کو لکھوا کر مناسب جگہ پر رکھوا دیتے۔ مناسب جگہ کا مطلب یہ ہے کہ فرشتہ یہ بتا دیتا تھا کہ یہ آیت کس مقام سے متعلق ہے۔ قرآن مجید کی تدوین کی شہادتیں خود اندرونِ کلام سے بھی ملتی ہیں اور وہاں کے ماحول سے بھی اس بات کی شہادت ملتی ہے کہ لکھنے کا رواج ان دنوں عام تھا۔ جیسا کہ قصائد سبعہ معلقہ۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں خود اِسے کتاب کہا گیا ہے:

﴿ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ﴾، ﴿كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ﴾

قرآن مجید کے لکھے جانے کی ایک دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید کے مختلف مقامات سورۃ ھود آیت ۱۳، سورۃ بنی اسرائیل آیت ۹۱، سورۃ بقرۃ آیات ۲۱۔۲۲ پر قرآن مجید کے مقابل ایک کتاب، کہیں دس سورتوں کے بالمقابل دس سورتیں، کہیں قرآن کی ایک سورۃ کے مقابل ایک سورۃ بنانے کا چیلنج کیا گیا ہے، معلوم ہوا کہ قرآن لکھا ہوا موجود تھا۔

عثمان رضی اللہ عنہ کو جو "جامع القرآن" کہا جاتا ہے تو اس کی یہ وجہ ہے کہ خلافت راشدہ کے زمانے میں عجمی علاقوں کی فتوحات سے اسلام عرب سے نکل کر عجم کے علاقوں میں پھیلنا شروع ہوا تو تلاوت قرآن میں عجمی انداز غالب ہونے لگا تو عثمان رضی اللہ عنہ نے تمام مسلمانوں کو قرآن مجید کی ایک قراءت پر جمع کیا یعنی قراءتِ قریش پر۔

نظم قرآن

قرآن مجید کی ہر سورت اور ہر آیت ایک دوسرے سے مربوط ہے۔ اسی لیے قرآن مجید کی ترتیب، نزولی ترتیب کی بجائے، اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق ترتیب توقیفی پر ہوئی ہے کیونکہ جو آیت ایک جگہ پر رکھی گئی ہے وہی اس کا بہترین مقام ہے۔ اگر قرآن مجید کا تدبر سے مطالعہ کیا جائے تو اس بات کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ قرآن مجید ایک مربوط کلام ہے۔

مضامین قرآن

(۱) اجزائے ایمان کے مباحث (۲) عبادات کے مباحث (۳) حسنات وسیئات کا

بیان (۴) قصص و حکایات کا بیان (۵) نجات حقیقی اور اس کے حصول کے ذرائع کا بیان (۶) رسول کریم ﷺ کے سوانح اور آپ ﷺ کی نبوت کے لیے دلائل کاملہ کا بیان (۷) خصائص قرآن کا بیان۔ (۸) اسلام کی حقیقت اور صداقت پر دلائل قاطعہ کا بیان (۹) کفر و شرک کے تفصیلی احوال (۱۰) مظاہر قدرت کا بیان۔

قرآنی تمثیلات

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مختلف مقامات پر مثالیں بیان کی ہیں تاکہ اپنے ماحول اور ذہن سے قریب تمثیلات سن کر مخاطب بات کو بآسانی سمجھ سکے۔ الزمر (آیت ۲۷) میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''ہم نے اس قرآن میں لوگوں کو طرح طرح کی مثالیں دی ہیں تاکہ یہ ہوش میں آئیں۔''

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بات بیان کی ہے کہ روز قیامت کو سب لوگوں کو مردہ حالت سے دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ اعتراض کرنے والے یہ کہتے ہیں کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ جب ہمارے جسم کا ذرہ ذرہ مٹی میں مل جائے گا اور ہڈیاں الگ الگ ہو جائیں تو یہ کیسے ممکن ہو گا کہ ہمارے اجسام دوبارہ زندہ ہو سکیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ایک مثال سے بات کو اس طرح واضح کیا، کہ جس طرح ایک انسان کے پیدا کرنے سے پہلے اس کا کوئی وجود نہ تھا تو ہم نے اسے وجود دیا۔ اسی طرح ہم ان ہڈیوں کو بھی جوڑ سکتے ہیں اور دوبارہ زندہ کر سکتے ہیں۔ اسی طرح حیات بعد الموت کے لیے زمین کی مثال دی، بارش پڑتے ہی اس میں جان پیدا ہو جاتی ہے اور پھل دینے لگتی ہے۔

کلمہ طیبہ اور کلمہ خبیثہ کے ثمرات کے لیے شجرۃ طیبہ اور شجرۃ خبیثہ کی مثال دی ہے۔

ایسے ہی اللہ نے مختلف واقعات کی توضیح کے لیے قرآن مجید میں مثالیں بیان کی ہیں۔

نزول قرآن

قرآن مجید کے نزول کی ابتداء مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ کا بحیثیتِ رسول مکہ مکرمہ میں قیام تیرہ برس پر محیط ہے۔

پہلا دور: آغاز بعثت سے اظہارِ نبوت تک۔ تقریباً ۳ سال، خفیہ دعوت۔

دوسرا دور: اظہارِ نبوت (۳ سال بعد) ظلم و ستم اور فتنہ کے آغاز تک۔ عرصہ ۲ سال میں پہلے مخالفت شروع ہوئی پھر مخالفت نے مزاحمت کا لباس پہنا۔ پھر تضحیک، الزامات، سبّ و شتم، غلط پروپیگنڈا اور پھر مخالفانہ جتھہ بندی کمزور مسلمان اس کا زیادہ نشانہ بنے۔

تیسرا دور: آغاز فتنہ (۵ نبوی) سے لے کر ابوطالب (چچا) اور ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات (۱۰ نبوی) عرصہ پانچ چھ سال تک مخالفت عروج پر جا پہنچی۔ مسلمان حبشہ ہجرت کر گئے۔ خاندان نبوی اور مسلمانوں کا سوشل بائیکاٹ (معاشرتی مقاطعہ) کر کے انہیں شعبِ ابوطالب میں محصور کر دیا گیا۔

چوتھا دور: ۱۰ نبوی تا ۱۳ نبوی۔ عرصہ تین سال۔ یہ وقت رسول اللہ ﷺ اور ساتھیوں کے لیے انتہائی کٹھن اور جان لیوا بنا رہا۔ طائف گئے تو وہاں کے باسیوں نے پتھروں سے استقبال کر کے لہولہان کر دیا۔ مکہ میں آپ کے قتل کے منصوبے تشکیل پاتے رہے۔ آخر کار رحمتِ الٰہی نے انصار مدینہ کو نصرت اسلام کی فضیلت سے نوازا۔ ان کی دعوت پر آپ ﷺ مدینہ منورہ ہجرت کر گئے۔ (تفہیم القرآن جلد اول، سورۃ الانعام صفحہ ۵۲۲)

قرآن مجید کی ایک سو چودہ سورتوں میں ۲۷ درج ذیل سورتیں مدنی ہیں:

۱۔ البقرۃ، ۲۔ آل عمران، ۳۔ النساء، ۴۔ المائدۃ، ۵۔ التوبۃ، ۶۔ الرعد، ۷۔ الحج، ۸۔ النور، ۹۔ الاحزاب، ۱۰۔ محمد، ۱۱۔ الفتح، ۱۲۔ الحجرات، ۱۳۔ الرحمٰن، ۱۴۔ الحدید، ۱۵۔ المجادلہ، ۱۶۔ الحشر، ۱۷۔ الممتحنۃ، ۱۸۔ الصف، ۱۹۔ الجمعۃ، ۲۰۔ المنافقون، ۲۱۔ التغابن

۲۲۔الطلاق، ۲۳۔التحریم، ۲۴۔الدھر (الانسان)، ۲۵۔البینۃ، ۲۶۔الزلزال، ۲۷۔النصر۔

ان کے علاوہ باقی سورتیں مکی ہیں۔ (الاتقان جلد اصفحہ ۱۶)

مکی سورتوں میں مقابلہ بتوں کے پرستاروں سے تھا۔اس لیے ان میں اللہ کی وحدانیت سب سے زیادہ ہے، پھر رسالت کا موضوع ہے۔غیب پر ایمان، جزاء وسزا پر ایمان اور منکر قوموں کی تباہی کی عبرتناک داستانیں ہیں جبکہ مدنی سورتوں میں جہاد، اسلامی زندگی کا مکمل ڈھانچہ اور احکام ہیں۔حدود وتعزیرات ہیں۔فرائض ہیں۔

مکی دور کی چند ابتدائی سورتیں

1 سورۃ العلق

نزول قرآن کا آغاز سورۃ العلق سے ہوا۔پہلی پانچ آیات پہلی وحی میں نازل ہوئیں۔ وحی کے وقت رسول اللہ ﷺ جب غار حرا میں حسب معمول مصروف عبادت تھے کہ فرشتہ (جبرائیل) آیا اور کہا: ﴿ اِقْرَاْ ﴾ (پڑھیں) نبی ﷺ نے فرمایا: ((ما انا بقاری)) ''میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔'' فرشتے نے آپ کو سینے سے لگا کر خوب زور سے بھینچا۔ آپ ﷺ کو تکلیف محسوس ہوئی۔فرشتے نے پھر کہا: ﴿ اِقْرَاْ ﴾ آپ نے پھر وہی جواب دیا۔جبرائیل نے اب پھر سینے سے لگا کر خوب بھینچا اور کہا: ﴿ اِقْرَاْ ﴾ آپ ﷺ نے وہی جواب دیا۔جبرائیل نے تیسری بار ایسے ہی بھینچا اور چھوڑ کر کہا:

﴿ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ ﴾

(بخاری، بدء الوحی، کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ……ح:۳)

2 المدثر

ایک دن آپ اراستے میں چلے جارہے تھے کہ آپ کو آسمان سے اچانک ایک آواز سنائی دی۔آپ نے نگاہ اٹھائی تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہی فرشتہ جو آپ کے پاس حرا میں آیا تھا آسمان وزمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہے،آپ اس سے خوف زدہ ہوگئے، پھر آپ ﷺ نے اپنے اہل خانہ کے پاس آکر کہا: '' مجھے چادر اوڑھادو، مجھے چادر اوڑھادو۔''

اس موقع پر ﴿يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝﴾ (المدثر:۱۔۵) آیات نازل کیں اور اس کے بعد وحی پے در پے نازل ہونے لگی۔

(بخاری، بدء الوحی، کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ، ح:٤)

اس ذمہ داری کے ملتے ہی نبی ﷺ اس فریضے کی ادائیگی میں سرگرم عمل ہو گئے۔ آپ کی ان سرگرمیوں کے تین اہداف تھے:

① جوہر قابل کی تلاش اور تبلیغ و انذار۔

② اس تبلیغ و انذار کے نتیجے میں ایمان لانے والے افراد کی تنظیم و شیرازہ بندی

③ ایمان لانے والے افراد کی تعلیم و تربیت۔

تبلیغ و انذار کے نتیجے میں پہلے روز ہی چار افراد خدیجہ، ابوبکر صدیق، علی اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم ایمان لے آئے۔ تنظیمی امور کو سرانجام دینے اور افرادِ کار کے درمیان رابطہ قائم کرنے، انہیں رابطے میں رکھنے اور ان کے ساتھ رابطے میں رہنے کے لیے دارِ ارقم کا انتخاب کیا گیا۔ تعلیم و تربیت کے لیے تین پہلوؤں پر توجہ مرکوز کی گئی:

۱۔ ایمانیات (توحید و رسالت، آخرت) ۲۔ عبادات ۳۔ اخلاق

ابتدائی تین سال میں نازل ہونے والی وحی اور سورتیں انہی بنیادی نکات کے گرد گھومتی نظر آتی ہیں۔ اسی وحی کو لے لیجیے عقیدہ توحید، تطہیر و طہارت اور اخلاق پر مبنی تعلیمات اس میں سمودی گئی ہیں۔

③ المزمل

فریضہ تبلیغ و انذار کی ادائیگی کے سلسلے میں دن بھر کی کوششوں اور کاوشوں کی تھکن سے چور نبی ﷺ چادر اوڑھ کر بستر پر لیٹے ہی تھے کہ جبرائیل ﴿يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ .... شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ۝﴾ تک پیغام ربانی لے کر آئے کہ اب قیام اللیل بھی کیجیے۔ سورہ مدثر میں دن بھر کا پروگرام۔ تبلیغ و انذار دیا گیا تھا، سورہ مزمل کی ان آیات میں رات کا پروگرام قیام اللیل دے دیا گیا۔ (تفسیر ابن کثیر)

④ الفاتحہ

اس وحی کے نزول کے بعد فضا پوری طرح سازگار ہو چکی تھی کہ سورۃ فاتحہ کا نزول کیا

جائے، چنانچہ پوری سورت نازل ہوگئی۔ جس میں نبی کریم ﷺ کے تیئیس سالہ دورِ نبوت کا ایک اجمالی نقشہ پیش کر دیا گیا تاکہ جس طرح ایک ماہر تعمیرات نقشے کو دیکھ کر عمارت کی تمام تفصیل سمجھ جاتا ہے۔ نبی ﷺ بھی اس نقشے کے مطابق اپنے کام سمجھ کر سرانجام دیں گے۔ یہی سبب ہے کہ اس سورت میں مکی اور مدنی دونوں ادوار جھلک رہے ہیں۔ اس سے بعض لوگوں کو یہ خیال ہوا کہ یہ سورت دو مرتبہ نازل ہوئی یعنی ایک بار مکے میں اور ایک بار مدینے میں، یا یہ کہ آدھی سورت مکے میں نازل ہوئی اور آدھی مدینے میں مگر اس کی کوئی دلیل موجود نہیں۔

(الاتقان ج ۱، ص ۳۰)

سورۃ فاتحہ کے نزول سے نماز کی ابتداء ہوگئی، نبی ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نماز کے وقت گھاٹیوں میں چلے جاتے اور اپنی قوم سے چھپ چھپا کر نماز پڑھتے۔ ایک بار ابوطالب نے آپ ﷺ اور علی رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھتے دیکھ لیا تو پوچھا: میرے بھتیجے یہ کیا دین ہے جو تُو نے اختیار کر رکھا ہے؟'' نبی ﷺ نے فرمایا: ''چچا! یہ اللہ، اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں کا دین ہے اور ہمارے جدِ امجد ابراھیم علیہ السلام کا بھی یہی دین تھا، اللہ نے مجھے بندوں کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ چچا! آپ اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ میں آپ کو نصیحت کروں اور راہِ حق کی طرف بلاؤں۔ آپ اس دین کو قبول کریں اور میری نصرت کریں۔

ابوطالب نے جواب دیا: ''میرے بھتیجے! میں اپنے آباء کے دین کو نہیں چھوڑ سکتا جب تک میں زندہ ہوں کوئی شخص تمہیں تکلیف دینے کے لیے تمہارے پاس بھی نہیں پھٹک سکتا۔

(سیرت ابن ہشام، صفحہ: ۱۶۳)

5 الضحیٰ

طبیعت اتنی مشقت کی عادی نہ تھی۔ دن بھر کی محنت اور رات بھر قیام کی مشقت سے نبی ﷺ کی طبیعت پر سخت دباؤ پڑا تو آپ علیل ہوگئے۔ ناسازیٔ طبع کی بنا پر آپ ﷺ دو تین روز تک رات کو قیام کرنے کے لیے اٹھ نہ سکے تو ایک عورت (ابولہب کی بیوی ام جمیل عوراء) نے کہا: ''محمد! میرا خیال ہے کہ تیرے شیطان نے تجھے چھوڑ دیا ہے، جو دو تین روز سے تیرے پاس نہیں آیا'' تو اس وقت اللہ نے سورۃ الضحیٰ کی یہ آیات نازل کیں:

﴿ وَالضُّحٰى ۝ وَالَّيْلِ إِذَا سَجٰى ۝ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۝ ﴾(۹۳/ الضحیٰ:۱-۳)

(بخاري ، التفسير ، سورة والضحى ، ح: ٤٩٥٠)

اس سورۃ کے مضامین پر ایک نگاہ ڈالیے۔ نبی ﷺ کی دل جوئی کے بعد سائلین اور یتامیٰ کے ساتھ بدسلوکی نہ کرنے اور حسن سلوک کرنے کی کتنی بلند اخلاقی تعلیم دی گئی ہے۔

6 الانشراح

یہاں یہ سوال پیدا ہوا کہ وہ کون سی نعمتیں ہیں جن کو بیان کرنے کا حکم دیا گیا ہے؟ اس کا جواب سورۃ الانشراح نے مہیا کر دیا ان نعمتوں کو صرف بیان ہی نہ کیا جائے بلکہ ان کا شکر اس طرح ادا کیا جائے کہ دن بھر کی تبلیغ سے جب بھی ذرا فرصت ملے تو پوری رغبت کے ساتھ اپنے رب کے سامنے (عبادت کے لیے) کھڑے ہو جایا کریں۔

یہ سورہ معنیٰ و مفہوم کے لحاظ سے سورۃ والضحیٰ کے ساتھ پیوست ہے۔

7 العصر

چنانچہ سورۃ العصر کے نزول میں بھی ایمان، عمل صالح، تواصی بالحق اور تواصی بالصبر کا حکم دیا گیا اور کہا گیا کہ تمہارا اصل سرمایہ حیات جو نہایت مختصر ہے ضیاع کی نذر ہوتا جا رہا ہے اگر اسے کار آمد بنانا چاہتے ہو تو ایمان و عمل کے لیے مستعد رہو۔

”عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اپنے مسلمان ہونے سے پہلے ایک مرتبہ مسیلمہ سے ملے۔ اس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر رکھا تھا، عمرو رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر کہنے لگا کہو! اس مدت میں تمہارے نبی پر بھی کوئی وحی نازل ہوئی ہے؟ عمرو نے جواب دیا: ایک مختصر سی نہایت فصیح سورت نازل ہوئی ہے؟ پوچھا: وہ کیا؟ عمرو رضی اللہ عنہ نے ﴿ وَالْعَصْرِ ۙ﴿١﴾ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ ﴿٢﴾ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿٣﴾ ﴾ پڑھ کر سنائی۔ مسیلمہ ذرا دیر سوچتا رہا، پھر کہنے لگا: عمرو! دیکھو مجھ پر بھی اس جیسی سورت اتری ہے۔ عمرو نے کہا: وہ کیا؟ کہا: یا وبر یا وبر انما انت اذنان وصدر ، وسائرك حقر فقر پھر کہنے لگا عمرو! کہو تمہارا کیا خیال ہے؟ عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: میرا خیال تُو خود ہی جانتا ہے کہ مَیں تمہیں جھوٹا سمجھتا ہوں (اور اب میرے اس یقین میں کچھ اور اضافہ ہو گیا ہے۔) (تفسیر ابن کثیر)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”اگر لوگ اس ایک سورت میں ہی غور و فکر کر لیں تو انہیں زندگی بھر ہدایت و راہنمائی کے لیے یہی کافی ہے۔“

قرآن کی ضرورت

انسان کو معاشرتی زندگی میں قدم قدم پر ''آئین'' کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہ ہر معاشرہ کی بنیادی ضرورت ہے۔ خواہ اس معاشرے کا مذہب اور عقائد جو بھی ہوں۔ یہ اس لیے اہم ہے کہ زندگی لڑائی جھگڑے سے پاک ہو۔

آئین کی پابندی آئین کی عزت کی آئینہ دار ہے۔ یہ عزت ہی آئین کو دوام بخشتی ہے۔ آئین کے بغیر معاشرہ ''انارکی'' کا شکار ہوتا ہے اور اردو زبان کے محاورے ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس'' کا عملی مظاہرہ ہوتا ہے۔ جس میں غریب و نادار لوگوں کی زندگی دوبھر ہوتی ہے۔ معاشرہ اپنے باخلوص اور قابل ترین افراد کی قابلیت سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ ہر سو ظلم کا دور دورہ ہوتا ہے۔ ایسے معاشرے میں دیکھا گیا ہے کہ سو افراد میں سے دو افراد اٹھانویں لوگوں کا رزق کھا رہے ہوتے ہیں جبکہ اٹھانوے لوگوں کے حصے میں دو اشخاص کا رزق آتا ہے۔ یہ ناانصافی دشمنی پیدا کرتی ہے۔

قرآن کی ضرورت کو سمجھنے کے لیے نزول قرآن سے قبل کے معاشرے کے خدوخال جاننا ضروری ہے۔ عرب دین ابراھیمی کے پیروکار تھے اور اللہ اکیلے ہی کی عبادت کرتے تھے۔ مگر اس دینِ ابراہیمی کو بگاڑ دیا گیا تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ هَٰذِهِ الْأَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُورِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلَىٰ أَزْوَاجِنَا ۖ وَإِن يَكُن مَّيْتَةً فَهُمْ فِيهِ شُرَكَاءُ ۚ ﴾ (٦/ الانعام:١٣٩)

''اور وہ کہتے ہیں کہ جو چیز مویشیوں کے پیٹ میں ہے وہ خالص ہمارے مردوں کے لیے ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے اور اگر وہ مردہ ہے تو اس میں سب برابر ہیں۔''

(مرد اور عورت دونوں اسے کھا سکتے ہیں۔)

بتوں کے بارے میں عربوں کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ ﴾ (۳۹/ الزمر:۳)

''ہم ان کی عبادت اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔''

دیکھیے! مشرکین اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ان بتوں کی عبادت کرتے تھے۔اسی طرح قرآن مزید بیان کر رہا ہے:

﴿ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ ﴾ (۱۰/ یونس:۱۸)

''اور یہ لوگ اللہ (اکیلے) کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو انہیں نہ نقصان پہنچا سکیں اور نہ نفع دے سکیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔''

نوٹ کیجیے کہ مشرکین بتوں کو نفع نقصان کا مالک نہیں گردانتے تھے بلکہ اللہ اور اپنے درمیان ایک واسطہ، وسیلہ اور سفارشی سمجھتے تھے۔مشرکین عرب تیروں سے فال بھی لیتے تھے۔ خود ہی ان پر مختلف جملے لکھ لیتے۔پھر انہیں بطور فال نکالتے۔اس فال پر انہیں یقین محکم ہوتا تھا۔اس سے ملتی جلتی شکل اس دور میں بھی ریلوے پلوں پر ڈیرہ جمائے فال نامے والے لوگ پیش کرتے ہیں۔طوطا ایک کارڈ نکال لاتا ہے جو کچھ اس پر لکھا ہوگا اس پر فال نکلوانے والا پکا یقین رکھے گا۔پھر فال نکالنے والا بھی اسے ادھر ادھر کی گھڑنتیں سنا کر مزید پکا کر کے اپنے دام کھرے کرلے گا۔سوچنے کی بات ہے اگر یہ اتنے ہی ''کرنی والے'' ہیں تو گندے بوسیدہ لباس پہنے پلوں پر گرد سے اَٹے ہوئے فرش پر کیوں بیٹھے ہیں؟ لیکن مشرک کی تو عقل ہی نہیں۔سوچے کون؟ (کاہنوں اور نجومیوں کے معاشرے میں وارے نیارے تھے۔لوگوں کو بے زبان بھیڑیں سمجھ کر دونوں ہاتھوں سے لُوٹ رہے تھے۔)

قریش خود کو اعلیٰ وارفع سمجھ کر اپنا نام ''حمس'' (بہادر/ دین میں پختہ) رکھتے تھے۔ وہ مزدلفہ میں رک جاتے۔جبکہ باقی عرب عرفات میں وقوف کرتے تھے، جب اسلام آیا تو اللہ نے اپنے نبی اکرم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ عرفات میں آئیں اور وہیں وقوف کریں اور پھر وہاں

سے مزدلفہ آئیں، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے یہی مراد ہے:

﴿ ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ ﴾ (۲/ البقرة:۱۹۹)

''تم لوگ بھی وہیں سے افاضہ کرو جہاں سے سارے لوگ کرتے ہیں۔''

(بخاری، التفسیر، قوله: ﴿ ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ ﴾، ح ۴۵۲۰)

قریش نے ایک یہ حکم بھی جاری کر رکھا تھا کہ وہ حالت احرام میں گھر کے اندر دروازے سے آنے کی بجائے پچھواڑے سے دیوار پھاڑ کر آتے جاتے تھے۔ قرآن نے اس سے منع فرمایا۔ (۲/ البقرة:۱۸۹)

جزیرۃ العرب میں یہودیت، مسیحیت، مجوسیت، وغیرہ مذاہب بھی تھے۔

معاشرتی حالات

اشراف میں مرد وعورت کا تعلق خوبصورت تھا۔ عورت کو آزادی حاصل تھی۔ اس کی بات بھی تسلیم کی جاتی تھی۔ عورت کے احترام کے تحفظ کے لیے بسا اوقات تلواریں میانوں سے نکل آتی تھیں۔ عرب فیاضی اور شجاعت میں اپنا ایک منفرد مقام رکھتے تھے۔ عورت جنگوں کی صورت میں صلح بھی کرا دیتی تھی۔ سربراہی مرد کی ہوتی تھی اور ویٹو پاور بھی اسے ہی حاصل تھی۔ اس طبقہ اشرافیہ میں عورت اور مرد کا تعلق عقد نکاح سے ہوتا تھا۔ یہ نکاح ولی کی زیر نگرانی ہوتا تھا۔ عورت خود اپنی مرضی سے ولی کے بغیر نکاح نہیں کر سکتی تھی۔

اشراف کے علاوہ دوسرے طبقوں میں مرد اور عورت کے اختلاط کی اور بھی کئی صورتیں تھیں۔ جنہیں بے حیائی اور فحش کاری کے نام سے موسوم کر سکتے ہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جاہلیت میں نکاح کی چار صورتیں تھیں:

ایک تو یہی صورت جو آجکل بھی رائج ہے کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کو اُس کی زیر کفالت لڑکی کے لیے نکاح کا پیغام دیتا ہے پھر منظوری کے بعد مہر دے کر اس سے نکاح کر لیتا ہے۔

دوسری صورت یہ تھی کہ عورت جب حیض سے پاک ہوتی تو اس کا شوہر کہتا کہ فلاں کے پاس پیغام بھیج کر اس سے ہم بستری کرو اور خود شوہر اس سے الگ تھلگ رہتا اور اس کے قریب

نہ جاتا۔ یہاں تک کہ زنا کا حمل واضح نہ ہو جاتا۔ ایسے نکاح کو نکاح استبضاع کہا جاتا تھا۔ مقصد اس کا باکمال اولاد کا حصول ہوتا تھا۔ (ہندو مذہب میں اسے ''نیوگ'' کہتے ہیں۔)

نکاح کی تیسری صورت یہ تھی کہ دس سے کم لوگوں کی ایک جماعت تشکیل پاتی۔ یہ سب کے سب ایک ہی عورت سے بدکاری کرتے تھے۔ جب عورت حاملہ ہو جاتی اور بچہ پیدا ہوتا تو چند دن بعد عورت ان تمام لوگوں کو بلا بھیجتی۔ نہ آنے کی مجال کسی کو نہیں ہوتی تھی۔ ان کی آمد کے بعد وہ عورت کہتی کہ اب میرے بطن سے بچہ پیدا ہوا ہے۔ اے فلاں! یہ تمہارا بیٹا ہے اور وہ آدمی چوں چراں نہیں کر سکتا تھا۔

نکاح کی چوتھی صورت یہ تھی کہ بہت سے لوگ اکٹھے ہوتے اور کسی ایک عورت کے پاس جاتے۔ وہ ان میں سے کسی کو انکار نہ کرتی۔ یہ بازاری عورتیں تھیں۔ اپنے دروازوں پر جھنڈیاں گاڑے رکھتی تھیں تاکہ لوگ بے دھڑک آ جائیں۔ ان رنڈیوں میں سے اگر کوئی حاملہ ہو کر بچہ جنم دیتی تو سب آشنا اس عورت کے پاس جمع ہو جاتے اور قیافہ شناس کو بلاتے۔ قیافہ شناس اپنی مرضی سے اس نومولود لڑکے کو کسی بھی شخص کے ساتھ ملحق کر دیتا اور پھر یہ بچہ اسی شخص کا بیٹا کہلواتا۔ اسلام نے اسلامی نکاح کو جو آج بھی رائج ہے۔ زندہ رکھا۔ دور جاہلیت کے باقی تمام نکاح باطل قرار دے دیے۔''

(بخاری ، النکاح ، من قال: لا نکاح الا بولی......:۵۱۲۷؛ابوداود، ح:۲۲۷۲)

زناکاری معاشرہ میں عام تھی۔ اشرافیہ طبقہ اس سے محفوظ تھا۔ زنا کا اعلان برملا کرتے تھے۔ ابوداؤد میں مروی ہے کہ ایک دفعہ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا: اللہ کے رسول ﷺ! فلاں شخص میرا بیٹا ہے۔ میں نے جاہلیت میں اس کی ماں سے زنا کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسلام میں ایسے دعوے کی کوئی گنجائش نہیں۔ جاہلیت کی بات گئی، اب تو لڑکا اسی کا ہوگا جس کی بیوی یا لونڈی ہو اور زناکار کے لیے پتھر ہیں۔''

(الطلاق، الولد للفراش، ح:۲۲۷٤)

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور عبد بن زمعہ کے درمیان زمعہ کی لونڈی کے بیٹے عبدالرحمٰن کے بارے میں جھگڑا پیش آیا تھا۔ وہ بھی معروف ہے۔ (بخاری ، الخصومات ، دعوی

الوصی للمیت، ح:۲۴۲۱؛ مسلم، ح:۱۴۵۷؛ ابوداود، ح:۲۲۷۳)

باپ بیٹے کا تعلق: کچھ لوگ کہتے تھے: ''ہماری اولاد ہمارے کلیجے ہیں۔ جو زمین پر چلتے پھرتے ہیں۔ لیکن کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو رُسوائی سے بچنے کے لیے لڑکیوں کو زندہ دفن کر دینا بھی عیب نہیں سمجھتے تھے۔ تا کہ ہمارا کوئی داماد نہ بنے۔ جبکہ کچھ لوگ فقر وفاقہ سے نالاں ہوکر اولاد کو قتل کر دیتے تھے۔ قرآن نے اس سے روکا:

﴿ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ۝ ﴾ (۱۷/ بنی اسراءیل:۳۱)

''مفلسی کے خوف سے اپنی اولادوں کو قتل نہ کرو۔ انہیں اور تمہیں ہم ہی روزی دیتے ہیں۔ یقیناً ان کا قتل کبیرہ گناہ ہے۔''

لیکن یہ قتل ہر جگہ رائج نہ تھا۔ عرب جنگوں میں اپنی حفاظت کے لیے اولاد کے محتاج تھے بلکہ اپنے قبیلے کے تمام افراد کا خیال بھی رکھتے تھے۔

جنگ وجدل عام تھا۔ زندگی غیر محفوظ اور پُر خطر تھی۔ البتہ حرمت والے مہینوں میں امن و امان ہوتا تھا۔

اقتصادیات: تجارت زندگی تھی لیکن حرمت والے مہینوں میں۔ صنعت میں کپڑے کی بُنائی اور چمڑے کی دباغت وغیرہ کا کام ہوتا تھا۔ کھیتی باڑی، گلہ بانی بھی تھی۔

کرم وسخاوت: یہ جاہلیت کا مایہ ناز وصف تھا۔ ہر کوئی اس میں منفرد مقام کے لیے کوشاں رہتا۔ سخت سردی اور قحط کے زمانے میں بھی اگر گھر میں مہمان آ گیا اور میزبان کی ساری جمع پونجی صرف ایک اونٹنی ہے جو میزبان اور میزبان کے کنبہ کی زندگی کا واحد ذریعہ ہوتی تو پھر بھی اس حالت میں وہ مہمان کے لیے وہ اونٹنی ہی ذبح کر دیتا تھا۔ اس کرم اور سخاوت کو اپنائے ہوئے تو عرب بڑی بڑی دیت اور مالی ذمہ داریاں اٹھا لیتے تھے۔

اسی صفت کی بدولت جُوا عام تھا۔ ان کا خیال تھا کہ یہ بھی سخاوت کا ایک ذریعہ ہے۔ نفع لینے کے بعد فاضل مال غرباء میں بانٹ دیتے تھے۔

ایفائے عہد: یہ دور جاہلیت کا طرہ امتیاز تھا۔ عہد پر پورا اُترنا ان کے نزدیک دین تھا۔

جس کے لیے وہ اپنی اولاد کا خون اور اپنے گھر بار کی تباہی بھی خاطر میں نہ لاتے تھے۔

خودداری اور عزت نفس: اس پر قائم رہنا اور ظلم وستم کا مقابلہ کرنا جاہلیت کے دور کا معروف اخلاق تھا۔ اسی لیے ان میں غیر معمولی شجاعت اور غیرت تھی۔ معمولی بات پر جس سے بے عزتی ٹپکتی ہو تلواریں نکال لیتے تھے۔ انہیں اپنی جان کی پرواقطعاً نہ ہوتی تھی۔

اخلاقیات میں ایفائے عہد کے بعد خودداری اور عزم سلیم گرانقدر اور نفع بخش سرمایہ تھا۔ کیونکہ قرآن کے نزول پر اس قوت قاہرہ اور عزم مصمم کے بغیر شر اور فساد کا خاتمہ اور نظام عدل کا قیام ناممکن تھا۔

قرآن مجید کے فضائل

قرآن مجید کے بے شمار فضائل ہیں، چند فضائل درجِ ذیل ہیں:

قاریِ قرآن پر رشک

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رشک نہ ہونا چاہیے۔ مگر دو شخصوں پر۔ ایک تو اس شخص پر جسے اللہ نے قرآن دیا وہ اسے رات اور دن کے اوقات میں پڑھتا ہے، اب رشک کرنے والا دوسرا شخص یوں کہے کہ اگر مجھے بھی وہ (قرآن) دیا جاتا جیسے اسے دیا گیا تو میں بھی ایسا ہی کرتا۔ دوسرے وہ شخص جسے اللہ نے مال و دولت دی ہے وہ اسے نیک کاموں میں خرچ کرتا ہے، اب دوسرا شخص یوں کہے کہ اگر مجھے بھی وہ مال دیا جاتا جو اُسے دیا گیا ہے تو میں بھی یہی کرتا۔'' (بخاری، التوحید، قول النبی ﷺ رجل اٰتاہ اللہ القراٰن فھو یقوم بہ۔۔۔ ح:۷۵۲۹؛ مسلم، ح:۸۱۵؛ ترمذی، ح:۱۹۳۶؛ ابن ماجۃ، ح:۴۲۰۹)

قرآن کی تلاوت پر سکینہ اور فرشتوں کا اترنا

اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ رات کو سورہ بقرۃ تلاوت کر رہے تھے، ان کا قریب بندھا ہوا گھوڑا بدکنے لگا۔ اسید خاموش ہو گئے تو گھوڑا بھی بدکنے سے بند ہو گیا۔ انہوں نے پھر پڑھنا شروع کیا تو گھوڑا پھر بدکنے لگا۔ یہ چپ ہو گئے تو گھوڑا بھی ٹھہر گیا۔ پھر اسید نے تلاوتِ قرآن شروع کی تو گھوڑا پھر سے بدکا۔ تب انہوں نے اپنے بیٹے یحییٰ کو سنبھالا جو گھوڑے کے قریب تھا۔ اسید ڈر گئے کہ کہیں گھوڑا بدکتے ہوئے یحییٰ کو نقصان نہ پہنچائے۔ بیٹے کو اپنے پاس گھسیٹ لیا اور آسمان کی طرف نگاہ کی (ایک چیز سائبان کی طرح دکھلائی دی) اسی کو دیکھتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ غائب ہو گئی۔ صبح اسید رضی اللہ عنہ نے یہ قصہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسید قرآن پڑھتا رہ۔ قرآن پڑھتا رہ (جو تجھ پر گزرا ہے بڑا عمدہ واقعہ ہے) اسید نے عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ! میں ڈر گیا کہ کہیں گھوڑا یحییٰ کو کچل نہ ڈالے۔ وہ بالکل گھوڑے کے قریب پڑا تھا اور سر اٹھا کر ادھر خیال کیا پھر میں نے آسمان کی طرف دیکھا

تو سائبان کی طرح کچھ معلوم ہوا اس میں جیسے چراغ روشن ہیں، پھر میں باہر آ گیا یہاں تک کہ وہ نظر سے غائب ہو گیا۔ فرمایا: اسید تو جانتا ہے یہ کیا تھا؟ انہوں نے کہا نہیں۔ فرمایا: یہ فرشتے تھے۔ جو تمہاری آواز سن کر نزدیک آ گئے تھے۔ اگر تو قرآن پڑھتا رہتا تو صبح کو دوسرے لوگ بھی فرشتوں کو دیکھ لیتے۔ اور وہ ان کی نظروں سے غائب نہ ہوتے۔''

(بخاری، فضائل القرآن، نزوال السکینة والملائکة عند قراءة القرآن، ح:۵۰۱۸؛ مسلم، فضائل القرآن، نزول السکینة لقراءة القرآن، ح:۷۹۶)

نماز میں قرآن پڑھنے کی فضیلت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی تم میں سے چاہتا ہے کہ جب گھر لوٹے تو تین حاملہ اونٹنیاں پائے۔ جو نہایت فربہ ہوں اور بڑی بڑی۔ ہم نے کہا: بے شک۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پس تین آیتیں کہ انہیں آدمی نماز میں پڑھتا ہے اس کے لیے تین بڑی اور موٹی اونٹنیوں سے بہتر ہے۔ اگلی حدیث میں ہے کہ اسی طرح جتنی آیتیں ہوں اتنی اونٹنیوں سے بہتر ہیں۔''

(مسلم، فضائل القرآن، فضل قراءة القرآن فی الصلاة و تعلمه، ح: ۸۰۳؛ ابوداود، ح:۱۴۵۶)

تلاوت میں مشقت کا ثواب

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قرآن کا مشاق (اَلْمَاهِرُ بِالْقُرْاٰنِ) ان بزرگ فرشتوں کے ساتھ ہے جو لوح محفوظ کے پاس لکھتے رہتے ہیں اور جو قرآن پڑھتا ہے اور اس میں اٹکتا ہے اور اسے مشقت ہوتی ہے اسے دوہرا ثواب ہے۔''

(بخاری، التفسیر، سورة عبس، ح:۴۹۳۷؛ مسلم، ح: ۷۹۸؛ ابوداود، ح: ۱۴۵۴)

مسجد میں جمع ہو کر قرآن پڑھنے کا ثواب

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو لوگ اللہ کے گھروں میں جمع ہو کر قرآن پڑھتے پڑھاتے ہیں ان پر سکینت اترتی ہے اور رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے، فرشتے ان کے ارد گرد جمع ہو جاتے ہیں اور اللہ ان کا ذکر فرشتوں میں کرتا ہے۔''

(مسلم، الذکر والدعاء، فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن و علی الذکر، ح: ۲۶۹۹؛ ابوداود، ح: ۱۴۵۵)

درجات کی بلندی

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''صاحب قرآن سے کہا جائے گا کہ تو قرآن پڑھتا جا اور جنت کے درجوں میں چڑھتا جا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا جا جیسے تو دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا تھا۔ تیری منزل تیری (قرآن کی) آخری آیت ہے۔''

(ابو داود، الوتر، کیف یستحب الترتیل فی القراءۃ، ح: ١٤٦٤؛ ترمذی، ح: ٢٩١٤)

اسماء القرآن

اللہ نے بھی اپنی کتاب کے مختلف 'اسماء' قرآن میں بیان کیے ہیں۔قرآن اللہ کی تصنیف نہیں بلکہ تنزیل ہے، اللہ کی جانب سے انسانیت کی خیرخواہی کے لیے نازل کیا گیا۔

قرآن مجید کے جتنے بھی اسماء خود قرآن میں بیان ہوئے ہیں اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ تمام اسماء قرآن کی مختلف صفات کی توضیح کر رہے ہیں، مثلاً قرآن کی یہ صفت ہے کہ وہ راہ ہدایت ہے تو قرآن کو 'ھدیٰ' کہا: ﴿ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴾ (۲/ البقرۃ:۲)

قرآن کی ایک صفت نصیحت اور 'ذکر' ہے:

﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴾ (۱۵/ الحجر:۹)

قرآن کی ایک اور صفت ہے کہ یہ حق اور باطل کے درمیان تمیز کرنے والی کتاب ہے، تو قرآن کو 'فرقان' کہا:

﴿ تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ﴾

(۲۵/ الفرقان:۱)

قرآن اللہ کی نازل کردہ کتاب ہے، اسی لیے قرآن کو تنزیل کہا:

﴿ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴾ (۳۹/ الزمر:۱)

غرض قرآن کے جتنے بھی اسماء ہیں تمام قرآن کی مختلف صفات کو بیان کر رہے ہیں۔

قرآن کے کل کتنے اسماء ہیں؟ اس بارے میں علماء کے مختلف اقوال ذکر ہوئے ہیں۔

کسی نے قرآن کے ۱۵۵ اسماء ذکر کیے ہیں تو کسی نے ۸۸ اور کسی نے ۹۰ نام شمار کیے ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے الاتقان فی علوم القرآن میں ابوالمعالی کے حوالے سے ۵۵ نام بحوالہ آیات ذکر کیے ہیں۔

ابن جریر طبری نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نازل کردہ کتاب کو چار نام دیے ہیں، ان میں سے ایک نام القرآن ہے، دوسرا الفرقان، تیسرا الکتاب اور چوتھا الذکر ہے۔ابن

عطیہ غرناطی رحمہ اللہ نے بھی یہی چار نام ذکر کیے ہیں اور علامہ زرقانی نے چار پر التنزیل کے نام کا اضافہ کیا ہے اور کہا کہ قرآن کے یہی پانچ نام ہیں۔لٰہذا قرآن کے اصل نام پانچ ہیں:

(۱) القرآن (۲) الذکر (۳) الکتاب (۴) التنزیل (۵) الفرقان۔

اس قول کی مزید وضاحت علامہ محمد علی صابونی نے کی ہے اور القرآن، الذکر، التنزیل اور الفرقان کو اسم کہا ہے اور دیگر اسماء کو صفات کہا ہے۔خود قرآن کریم نے اپنے لیے یہ پانچوں الفاظ اسم علم کے طور پر ذکر کیے ہیں۔

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ قرآن مجید کے کل اسماء پانچ ہیں۔

۱۔ القرآن: قرآن کے تمام ناموں میں بالعموم اور ان مذکورہ بالا پانچ ناموں میں بالخصوص سب سے زیادہ مشہور نام 'القرآن' ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں ۳۶ سورتوں کی ۶۵ آیات میں ہوا ہے، مثلاً:

﴿ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْاٰنُ ﴾ (۲/ البقرة:۱۸۵)

﴿ أَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ﴾ (۴/ النساء:۸۲)

﴿ إِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ أَقْوَمُ ﴾ (۱۷/ بنی اسراء یل:۹)

۲۔ الفرقان: فرقان کے معنی ہیں: ''دو چیزوں کے درمیان تمیز، فرق اور جدائی کرنا اور ان دونوں کو ایک دوسرے سے الگ الگ کرنا۔'' جب یہ معنی کلام اللہ کے ساتھ خاص ہوں گے تو معنی ہوگا ''حلال وحرام، سچ وجھوٹ، حق وباطل، معروف ومنکر، نیکی وبدی، نفع ونقصان کے درمیان فرق، یعنی امتیاز اور جدائی کرنا۔ قرآن کا مقصد نزول بھی صرف یہی تھا کہ انسان ان دونوں راستوں کو پہچان جائے اور ان میں واضح فرق کو محسوس کرتے ہوئے اچھی باتوں کو اختیار کرے اور برے کاموں سے خود کو دُور رکھے۔ اسی طرح قرآن کھرے اور کھوٹے کو پرکھنے کی کسوٹی ہے۔

﴿ تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ ﴾ (۲۵/ الفرقان:۱)

''وہ ذات بہت بابرکت ہے جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا۔''

علامہ جوہری (م:۳۹۳ھ) اور علامہ ابن منظور افریقی نے لکھا ہے کہ ''فرقان اس چیز

کو کہا جاتا ہے جو حق و باطل کے درمیان تمیز کرنے والی ہو۔''

۳۔ الکتاب: اسمائے خمسہ میں تیسرا نام الکتاب ہے۔ کلام اللہ کے حوالے سے سب سے زیادہ مشہور نام تو 'قرآن' ہی ہے لیکن اس کے بعد جو نام سب سے زیادہ اہم اور مشہور ہے وہ 'کتاب' ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر کلام اللہ کو صرف دو ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے یا تو کہنے والا 'قرآن' کہتا ہے یا 'کتاب' سورۃ البقرۃ کی دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ ﴾ (۲/ البقرۃ:۲)

''یہ (اللہ کی) کتاب ہے اس میں کوئی شک نہیں۔''

۴۔ الذکر: کلام اللہ کے اسمائے خمسہ میں سے چوتھا نام الذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کو 'ذکر' (نصیحت) کا نام بھی دیا ہے۔ خود قرآن مجید میں قرآن کو نصیحت کہا اور فرمایا:

﴿ صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِي الذِّكْرِ ۝ ﴾ (۳۸/ ص:۱)

''ص، قسم ہے نصیحت بھرے قرآن کی۔''

۵۔ التنزیل: اسمائے خمسہ میں سے پانچواں اور آخری نام 'التنزیل' ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مختلف مقامات پر قرآن کو تنزیل کہا ہے، مثلاً:

﴿ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ﴾ (۳۲/ السجدۃ:۲)

﴿ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝ ﴾ (۳۹/ الزمر:۱)

﴿ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ ﴾ (۴۰/ المؤمن:۲)

یہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب ہے، یہ کسی مصنف کی تحریر نہیں ہے اور نہ یہ کسی شاعر کا ہی کلام ہے اور نہ کسی ملک یا علاقے کا دستور ہے بلکہ یہ تو رب العالمین کا نازل کردہ وہ قانون ہے کہ جس میں انسانیت کی بھلائی کا سامان جمع ہے۔ تنزیل کا مطلب ہے 'نازل کردہ کتاب' اور اس معنی سے بھی معلوم ہوتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ کتاب ہے۔ دنیا کی کتابوں اور نازل کردہ کتاب میں وہی فرق ہے کہ جو خالق اور مخلوق کے درمیان ہے۔

دیگر اسماء القرآن

① مُبِیْنٌ واضح یا صاف بیان کرنے والی۔

﴿ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ إِمَامٍ مُّبِيْنٍ ۝ ﴾ (٣٦/ يٰس:١٢)

''ہم نے ہر چیز کو ایک واضح کتاب میں ضبط کر رکھا ہے۔''

② كَرِيْمٌ :عزت واحترام والا۔

﴿ إِنَّهُ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۝ ﴾ (٥٦/ الواقعة:٧٧)

''بے شک یہ عزت والا قرآن ہے۔''

قرآن کا ایک ادب تو یہ ہے کہ اسے ترتیل وتجوید کے ساتھ پڑھا جائے اور اسے سمجھ کر اس کے تقاضوں کے مطابق زندگی بسر کی جائے۔ دوسرا اِس کا ظاہر ادب ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ لوگ جس قدر اس کی عزت وتوقیر کرتے ہیں وہ کسی اور کتاب کے حصے میں نہیں آئی۔ بہر حال اللہ، اس کے رسول ﷺ اور مسلمانوں کے ہاں یہ کتاب نہایت محترم ہے۔

③ كَلٰمَ اللّٰهِ: اللہ کا کلام، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ﴾

(٩/ التوبة:٦)

''اگر مشرکین میں سے کوئی تم سے پناہ طلب کرے تو اسے پناہ دے دو حتی کہ وہ اللہ کا کلام سنے۔'' (ممکن ہے اس پر کلام اللہ کا اثر ہو جائے۔)

④ النور: روشنی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَأَنْزَلْنَآ إِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ۝ ﴾ (٤/ النساء:١٧٤)

''ہم نے تمہاری طرف واضح روشنی نازل کی ہے۔''

⑤ هدی: ہدایت وراہنمائی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾ (١٠/ يونس:٥٧)

''(قرآن) ایمان والوں کے لیے راہنمائی اور رحمت (کا ذریعہ) ہے۔''

قرآن نے ہمیں زندگی کی تاریک راہوں میں راہنمائی اور روشنی فراہم کی ہے اسی راہنمائی کا نتیجہ ہے کہ قرآن کے بتائے ہوئے حقائق کے بارے میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ قرآن کی راہنمائی تمام انسانوں کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ هُدًى لِّلنَّاسِ ﴾ (۲/ البقرۃ:۱۸۵) ''یہ لوگوں کے لیے ہدایت ہے۔''

مگر عملاً اس سے راہنمائی متقی لوگ ہی لیتے ہیں، ارشاد الٰہی ہے:

﴿ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ ﴾ (۲/ البقرۃ:۲)

''اس میں کوئی شک نہیں یہ پرہیز گاروں کے لیے ہدایت (کا ذریعہ) ہے۔''

⑥ رَحْمَة: مہر و محبت، مذکورہ بالا (سورۂ یونس کا) حوالہ اس کی دلیل ہے۔ انسانیت جہالت و ضلالت کے اندھیروں میں بھٹک رہی تھی، ان حالات میں قرآن کتابِ رحمت بن کر نازل ہوا۔ قرآن نے انسان کو اپنے دامن رحمت میں چھپا لیا اور یہ قیامت تک کے لیے انسانوں کے لیے سامان رحمت ہے۔

⑦ شِفَآءٌ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ ﴾ (۱۷/ الاسراء:۸۲)

''ہم وہ قرآن نازل کرتے ہیں جو شفا اور رحمت ہے۔''

﴿ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ ﴾ (۱۰/ یونس:۵۷)

''(یہ) سینوں کی (بیماریوں) کے لیے شفا ہے۔''

ہمارے ہاں عام طور پر قرآن کو صرف جسمانی بیماریوں کے لیے شفا سمجھا جاتا ہے اور اس کے لیے عموماً طریقہ بھی وہ اختیار کیا جاتا ہے جو شریعت اسلامیہ میں ثابت نہیں۔ یعنی کاغذوں کے تعویذات بنا کر گلے میں لٹکائے یا بازوؤں پر باندھے جاتے ہیں۔

قرآن مجید کی آیات یا دعائیں پڑھ کر دم کرنا نبی ﷺ سے ثابت ہے اور ثابت شدہ طریقہ اختیار کرنے میں ہی خیر و برکت ہے۔ جسمانی امراض کے مقابلے میں روحانی بیماریوں کے علاج پر توجہ دینا کہیں زیادہ اہم ہے۔ اس لیے اپنی سیرت و کردار کو نکھارنے کے لیے قرآن کی راہنمائی اور روشنی میں امراض قلب سے شفا حاصل کرنے پر انسان کو زیادہ محنت کرنی چاہیے۔

⑧ مَّوْعِظَةٌ: نصیحت، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ﴾ (۱۰/ یونس:۵۷)

''یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آ چکی۔''

﴿ هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ ﴾ (۳/ آل عمرٰن:۱۳۸)

''یہ لوگوں کے لیے وضاحت اور پرہیزگاروں کے لیے ہدایت و نصیحت ہے۔''

اس کتاب سے ایک طرف تو عام انسانوں کو دین حق کے بارے واضح حقائق معلوم ہوتے ہیں اور دوسری طرف مومنوں اور متقیوں کے لیے یہ کتاب ہدایت و موعظت ہے۔

لغوی لحاظ سے وعظ کے معنی حکم دینا اور (برے کام سے) روکنا ہے۔ گویا قرآن برے اعمال اور غلط روش کے نتائج سے آگاہ کرتا اور حکماً ان سے روکتا بھی ہے۔

⑨ مبارک: برکت والی کتاب۔

﴿ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ ﴾

(٦/ الانعام:١٥٥)

''یہ کتاب جسے ہم نے نازل کیا ہے، برکت والی ہے۔ اس کی پیروی کرو اور تقویٰ اختیار کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

برکت کے مفہوم میں خیر و فلاح، اور ثبات و دوام شامل ہیں۔ جو کتاب رشد و ہدایت کا مرقع، حکمت و دانائی کا منبع، دینی تفصیلات کا گنجینہ، روحانی اور جسمانی بیماریوں کی دوا، بیمار دلوں کی شفا، پڑھنے، وعظ و نصیحت اور عبرت حاصل کرنے میں انتہائی سہل اور آسان۔ جس کی تعلیمات تمام انسانوں کے لیے ہوں، جس کا ایک ایک حرف پڑھنے سے دس دس نیکیاں ملیں، جس پر عمل کرنے سے دنیا اور آخرت کی کامیابی و کامرانی کا پروانہ ملے وہ یقیناً ''مبارک'' لقب کی حق دار ہے۔

⑩ عَلِيٌّ: بلندی والا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝ ﴾ (٤٣/ الزخرف:٤)

''اور یقیناً وہ ہمارے پاس ام الکتاب (لوح محفوظ) میں بہت بلند مرتبے والا حکمت والا ہے۔''

⑪ حکمۃ: دانائی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ ﴾ (٥٤/ القمر:٥) ”بلند پائے کی حکمت ودانائی ہے۔“

حکمت کا مفہوم عام طور پر دانائی ہی بیان کیا جاتا ہے، جب کہ اس کے مفہوم میں قوتِ فیصلہ، انصاف اور حُسن وتناسب بھی شامل ہے۔ قرآن کو حکمت بالغہ کہا گیا ہے کیونکہ یہ انسان کو اُن فیصلوں، تناسب اور مقام عدل تک پہنچاتا ہے جو اُس کی منزل ہے۔ حکمت میں قوت کا عنصر بھی شامل ہے۔

⑫ حکیم: دانائی والا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ۝۱ ﴾ (١٠/ یونس:١)

”یہ کتاب حکیم کی آیات ہیں۔“

ان میں کبھی تبدیلی نہیں آئے گی۔

⑬ مھیمن: نگران، محافظ، گواہی دینے والی کتاب۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ ﴾ (٥/ المائدة:٤٨)

”وہ پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی اور ان کی نگران ہے۔“

پہلی آسمانی کتب میں تحریفات ہو چکی ہیں، لہٰذا قرآن کی بات فیصلہ کن ہے۔ ان کے حوالے سے قرآن جس بات کی گواہی دے وہ صحیح ہے۔

⑭ حبل اللہ: اللہ کی رسی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا ﴾ (٣/ آل عمرٰن:١٠٣)

”اور تم اکٹھے ہو کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو۔“

جو قرآن کو مضبوطی سے پکڑ لے اور اس پر عمل کرنا شروع کر دے، وہ ہدایت وراہنمائی حاصل کرے گا اور جنت میں پہنچ جائے گا۔

⑮ صراطِ مستقیم: سیدھا راستہ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا ﴾ (٦/ الانعام:١٥٣)

”اور یقیناً یہ ہے میرا سیدھا راستہ۔“

قرآن مجید ایک ایسا راستہ ہے جو سیدھا جنت کو جاتا ہے۔

⑯ قیم: سیدھا، صاف۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَأْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ ﴾ (۱۸/ الکھف:۲)

''سیدھا بنایا ہے تاکہ وہ اس کی طرف سے سخت عذاب سے ڈرائے۔''

⑰ قول فصل: فیصلہ کن بات۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ إِنَّهُ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ﴾ (۸۶/ الطارق:۱۳)

''بے شک وہ فیصلہ کن فرمان ہے۔''

قرآن واضح، دوٹوک اور فیصلہ کن کلام ہے۔

⑱ النبأ العظیم: بڑی خبر۔

﴿ عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ ۞ عَنِ النَّبَإِ الْعَظِيمِ ۞ ﴾ (۷۸/ النبأ:۱۔۲)

''وہ کس کے بارے ایک دوسرے سے سوال کررہے ہیں؟ بڑی خبر کے متعلق؟''

قرآن نازل ہونا شروع ہوا تو کافروں نے آپس میں باتیں کرنا شروع کردیں کہ یہ کیا ہے؟ کسی نے اسے جادو کہا، کسی نے اسے پہلے لوگوں کے قصے اور افسانے قرار دیا۔ اس لحاظ سے قرآن ایک بڑی اہم خبر تھی جس کے متعلق لوگوں نے طرح طرح کی باتیں کیں۔ بعض مفسرین نے بڑی خبر سے مراد قیامت لی ہے۔ قیامت کے متعلق بھی بعض نے شک کا اظہار کیا اور کچھ نے انکار کیا تھا اور آج بھی بہت سے لوگ قیامت کے بارے میں شک وشبہ میں مبتلا ہیں۔

⑲ احسن الحدیث، مثانی اور متشابہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ﴾ (۳۹/ الزمر:۲۳)

''اللہ نے بہترین بات نازل کی، ایک کتاب (قرآن مجید) کی صورت میں جس کی آیات ملتی جلتی، دہرائی گئی ہیں۔''

⑳ تنزیل: اس کا معنی 'نازل کیا گیا' ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴾ (۲۶/ الشعراء:۱۹۲)

''اور یقیناً وہ جہانوں کے رب کا نازل کردہ ہے۔''

㉑ روح: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ﴾ (٤٢/ الشورٰی:٥٢)

''اور ہم نے اپنے حکم سے تمہاری طرف روح وحی کی ہے۔''

قرآن سے دلوں اور اخلاق کو زندگی ملتی ہے۔

㉒ الوحی: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ﴾ (٢١/ الانبیاء:٤٥)

''میں تمہیں صرف وحی کے ساتھ ڈراتا ہوں۔''

㉓ عربی: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ (٤١/ حم السجدة:٣)

''اس کتاب کی آیات واضح صاف صاف بیان ہوئی ہیں۔ قرآنِ عربی کی صورت میں علم والی قوم کے لیے۔''

قرآن مجید کا عربی زبان میں ہونا بھی اس کی خوبی ہے کیونکہ یہ دنیا کی فصیح ترین زبان ہے۔ اس کے اولین مخاطب عربی تھے۔ غور کیا جائے تو خود قرآن میں ایک اور پہلو سے بھی اس کی وضاحت ملتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ﴾ (١٣/ الرعد:٣٧)

''اور اسی طرح ہم نے اسے اس طور پر نازل کیا کہ وہ ایک واضح حکم ہے۔''

عربی فصیح اور واضح کو بھی کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ ﴾ (٣٩/ الزمر:٢٨)

یہاں ''غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ'' عَرَبِيًّا کی وضاحت ہے، یعنی قرآن جو بہت واضح اور سیدھا ہے اس میں کوئی کجی نہیں، اس کی تعلیمات بہت واضح اور سیدھی ہیں۔ ہر کجی سے پاک، ہر دور کے لیے راہنمائی اور روشن۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ﴾ (٤١/ حم السجدة:٤٤)

"اگر ہم قرآن کو غیر عربی میں نازل کرتے تو وہ کہتے اس کی آیات واضح کیوں نہیں کی گئیں۔"

㉔ بصائر: دلائل، براھین۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ﴾ (۷/ الاعراف:۲۰۳)

"یہ تمہارے رب کی طرف سے دلائل ہیں۔"

قرآن مجید توحید کے اثبات، شرک کی تردید، رسالت کی حقانیت اور یوم آخرت کے ثبوت اور دیگر دینی امور کے متعلق واضح، واشگاف اور ٹھوس دلائل و براہین سے بھرا پڑا ہے۔

㉕ بیان: وضاحت۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ ﴾ (۳/ آل عمرٰن:۱۳۸)

"یہ لوگوں کے لیے وضاحت ہے۔"

㉖ العلم: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ (۲/ البقرۃ:۱۴۵)

"اگر آپ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی اس کے بعد کہ آپ کے پاس علم آ گیا تو اس وقت آپ بے انصافوں میں سے ہو جائیں گے۔"

قرآن علوم و معارف کا خزینہ ہے، کسی بڑے سے بڑے مفسر، محدث یا امام نے بھی ان علوم و معارف کے احاطے کا دعویٰ نہیں کیا، قرآن کے بار بار پڑھنے سے اس کے علمی نکات اور دینی معارف مزید منکشف ہوتے اور مسائل کی گتھیاں سلجھتی اور حل ہوتی ہیں۔

قرآن کے علم میں شک و شبہے کی کوئی گنجائش نہیں، کیونکہ یہ وحی کے ذریعے نبی ﷺ تک پہنچا ہے۔ اور اس وحی کی حفاظت کا انتظام بھی کیا گیا۔ آپ پر وحی شروع ہوئی تو آسمانوں پر پہرے بٹھا دیے گئے۔ قرآن میں باطل کا شائبہ تک نہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ﴾ (۴۱/ حم السجدۃ:۴۲)

’’باطل اس کے پاس نہ اس کے آگے سے آ سکتا ہے نہ پیچھے سے، یہ حکیم وحمید (اللہ) کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔‘‘

㉗ الحق: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ﴾ (۳/ آل عمرٰن:۶۲)

’’یقیناً یہ ضرور سچا بیان ہے۔‘‘

قرآن وہ سچی اور برحق کتاب ہے، جس میں کوئی شک وشبہ نہیں، وہ ظن وگمان سے کوسوں دور، کبھی نہ بدلنے والے حقائق پر مشتمل اور حق و باطل کو الگ الگ کرنے والی ہے۔ اس کی تعلیمات وقت کی گردشوں پر غالب آ جاتی ہیں۔

حق کبھی باطل سے سمجھوتا نہیں کرتا۔ حالات اس کے سانچے میں ڈھلتے رہتے ہیں۔

㉘ ھادی: راہنمائی کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ ﴾ (۱۷/ الاسراء:۹)

’’یہ قرآن بہت سیدھے راستے کی راہنمائی کرتا ہے۔‘‘

㉙ عجب: عجیب۔ اللہ تعالیٰ نے جنات کی حکایت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ﴾ (۷۲/ الجن:۱)

’’(جنات نے کہا) بے شک ہم نے عجیب قرآن سنا۔‘‘

قرآن علوم ومضامین، فصاحت وبلاغت اور قوت تاثیر کے لحاظ سے تعجب انگیز ہے۔

㉚ تذکرۃ: یاد دہانی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴾ (۶۹/ الحاقۃ:۴۸)

’’اور بے شک یہ پرہیزگاروں کے لیے یاد دہانی ہے۔‘‘

آج دوسرے مذاہب کی جو کتابیں ہمیں ملتی ہیں وہ افسانوں کی صورت میں ہیں۔ ایسے افسانے جن کی دلچسپیوں میں انسان گم ہو جائے اور جب سطح پر ابھرے تو راہنمائی کا کوئی نشان اس کے ہاتھ میں نہ ہو۔ قرآن جہاں اللہ کے انعامات یاد دلاتا ہے، وہاں انفس وآفاق میں پھیلی ہوئی اللہ کی نشانیوں کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ پہلی قوموں کے حالات وواقعات بیان

کر کے تذکرہ وموعظت اور عبرت کا سامان مہیا کرتا ہے۔

(31) العروۃ الوثقیٰ: مضبوط کڑا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ ﴾ (۲/ البقرۃ: ۲۵۶)

''جس نے طاغوت کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان لایا، یقیناً اس نے مضبوط کڑا پکڑا۔''

(32) الصدق: سچائی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ﴾ (۳۹/ الزمر: ۳۳)

''اور وہ جو سچائی کے ساتھ آیا (یعنی محمد ﷺ) اور جس نے اس کی تصدیق کی (یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) ایسے لوگ ہی پرہیزگار ہیں۔''

(33) عدل: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا ﴾ (۶/ الانعام: ۱۱۵)

''اور تیرے رب کا کلمہ سچائی اور عدل کے لحاظ سے مکمل ہو گیا۔''

اسی لیے قرآن کو ''عدل'' کہا گیا ہے۔

(34) امر اللہ۔ اللہ کا حکم۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ ذَٰلِكَ أَمْرُ اللَّهِ أَنْزَلَهُ إِلَيْكُمْ ﴾ (۶۵/ الطلاق: ۵)

''یہ اللہ کا امر (حکم) ہے جو اُس نے تمہاری طرف نازل کیا۔''

امر اللہ سے ''قرآن'' مراد لیا گیا ہے۔

(35) منادی: اعلان کرنے والا، آواز دینے والا۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ ﴾ (۳/ آل عمران: ۱۹۳)

''(وہ کہتے ہیں) ہم نے بلانے والے کو سنا وہ ایمان کے لیے بلا رہا تھا کہ تم اپنے رب پر ایمان لے آؤ۔''

منادی سے ''قرآن'' مقصود ہے۔

(36) بشریٰ: خوش خبری اور بشارت۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ (۲۷/ النمل:۲)

''(یہ) ایمان والوں کے لیے ہدایت اور خوش خبری کا ذریعہ ہے۔''

قرآن بشارت دیتا ہے کہ اچھے اعمال کا نتیجہ سرفرازی اور جنت ہے۔

(37) مجید: عظمت وشرف والا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ﴾ (۸۵/ البروج:۲۱)

''بلکہ وہ بزرگی والا قرآن ہے۔''

(38) زبور: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ﴾ (۲۱/ الانبیاء:۱۰۵)

ایک معنی کے لحاظ سے زبور سے ہر آسمانی کتاب اور ذکر سے لوح محفوظ مقصود ہے اور معنی یہ ہے: ''ہم نے لوح محفوظ کے بعد ہر کتاب میں لکھا کہ میرے نیک بندے زمین کے وارث ہوں گے۔''

اس عمومی معنی کے لحاظ سے زبور کا لفظ قرآن پر بولنا ٹھیک اور یہاں اس کا تذکرہ برمحل ہے۔ دوسرے معنی کے لحاظ سے اس آیت میں زبور سے داؤد علیہ السلام کی کتاب اور ذکر سے تورات مراد ہے۔ یعنی ''ہم نے تورات کے بعد زبور میں (بھی) لکھا کہ بے شک میرے بندے زمین کے وارث ہوں گے۔''

(39) بشیر اور نذیر: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۙ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ﴾

(۴۱/ حم السجدة:۳۔۴)

''یہ کتاب ہے جس کی آیات کی وضاحت قرآن عربی کی صورت میں علم (سے دلچسپی رکھنے) والی قوم کے لیے صاف صاف کی گئی ہے، اس حال میں کہ وہ

خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا ہے۔“

قرآن اپنے ماننے والوں کو جنت کی نعمتوں، اخروی کامیابیوں اور اللہ کی رحمت و رضوان کی خوشخبری دیتا ہے اور انکار کرنے والوں کو جہنم کی سزا، آخرت کے دن کی ذلت و رسوائی اور اللہ جبار و قہار کے غضب اور ناراضی سے ڈراتا ہے۔

(40) عزیز: عزت والا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَإِنَّهُ لَكِتَٰبٌ عَزِيزٌ ۝ ﴾ (۴۱/ حم السجدة:۴۱)

”اور بے شک وہ عزت والی کتاب ہے۔“

”عزیز“ کے معنی قوت اور غلبہ والا۔ مسلمان قرآن پر عمل کر کے عزت و شرف، قوت و غلبہ حاصل کرتے اور ایسی بلندی پر پہنچ جاتے ہیں کہ ستارے ان کی گردِراہ ہوتے ہیں۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی صفت ”عزیز“ بار بار ذکر ہوئی ہے کیونکہ اللہ عزت و شرف والا اور صاحبِ قوت و غلبہ ہے اور عزت و غلبہ دینے والا ہے۔

(41) بلاغ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ هَٰذَا بَلَٰغٌ لِّلنَّاسِ ﴾ (۱۴/ ابرهيم:۵۲)

”بلاغ“ اصل میں مصدر ہے۔ یہ اگر اسم فاعل کے معنی میں ہو تو مفہوم یہ ہے کہ ”قرآن اللہ کے احکام لوگوں تک پہنچانے والا ہے۔“ اور اگر اسم مفعول کے معنی میں ہو تو مراد یہ ہے کہ ”قرآن لوگوں تک پہنچایا جارہا ہے۔“

(42) احسن القصص: بہترین بیان۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ ٱلْقَصَصِ ﴾ (۱۲/ يوسف:۳)

”ہم تم پر بہترین بیان پیش کرتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَٱتَّبِعُوٓا۟ أَحْسَنَ مَآ أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُم ﴾ (۳۹/ الزمر:۵۵)

''اور تم اپنے رب کے پاس سے آئے ہوئے بہترین (کلام) کی پیروی کرو۔''

قرآن صرف حسن (اچھا) نہیں بلکہ احسن (بہت ہی اچھا) ہے۔

43 صُحُفٌ، مُطَهَّرَةٌ، مُكَرَّمَةٌ، مَرْفُوعَةٌ: قرآن مجید میں ہے:

﴿رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً﴾ (۹۸/ البينة:۲)

''اللہ کی طرف سے رسول (محمد ﷺ) پاکیزہ صحیفے تلاوت کرتا ہے۔''

صحف سے وہ کاغذ اور تختیاں وغیرہ مراد ہیں، جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن مجید لکھتے تھے۔ اس لحاظ سے قرآن پر صحف کا لفظ بول کر اس کے منظم و مرتب ہونے کی ابتدائی حالت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ مذکورہ آیت میں ان صحف کو مطہرۃ کہا گیا ہے کیونکہ قرآن اس ذات کا کلام ہے جو ہر قسم کے عیوب و نقائص سے پاک ہے اور خود قرآن بھی ہر لحاظ سے نقص اور کمزوری سے پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۝ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ۝ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ۝﴾

(۸۰/ عبس:۱۳-۱۶)

''(وہ) عزت والے، بلند مرتبہ، پاکیزہ، صحیفوں میں ہے جو عزت والے، نیکوکار لکھنے والوں کے ہاتھ میں ہے۔''

اس آیت میں بھی صحف سے کاغذ اور تختیاں اور لکھنے والوں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مراد ہیں۔ یا صحف سے وہ چیزیں مراد ہیں جن پر فرشتے لوحِ محفوظ سے قرآن منتقل کرتے ہیں اور سفرۃ سے لکھنے والے فرشتے مراد ہیں۔

44 مصدِّق: تصدیق کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ﴾ (۵/ المائدة:۴۸)

''(وہ) اپنے سے پہلی کتاب کی تصدیق کرتا ہے۔''

45 مفصّل: کھلا بیان۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا﴾ (۶/ الانعام:۱۱۴)

''اور وہی (اللہ) ہے جس نے تمہاری طرف کتاب نازل کی ہے، جو کھلا بیان

ہے۔"

㊻ حکم: فرمان، حکمت سے بھرپور، حکمت کے مطابق فیصلہ کرنے والا، ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ﴾ (۱۳/ الرعد:۳۷)

"اور اسی طرح ہم نے اسے 'عربی فرمان' کے طور پر نازل کیا ہے۔"

㊼ برھان: روشن اور مضبوط دلیل۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ﴾ (٤/ النساء:۱۷٤)

"لوگو! تحقیق تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آ گئی ہے۔"

قرآن ایک ٹھوس اور مستحکم دلیل ہے۔

㊽ القران العظیم: عظمت والا قرآن۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ﴾ (۱۵/ الحجر:۸۷)

"اور ہم نے آپ کو سات دہرائی جانے والی (آیات) اور عظیم قرآن دیا ہے۔"

اہل علم کی ایک رائے کے مطابق اس آیت میں سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِي سے سورۃ الفاتحہ اور قرآن عظیم سے پورا قرآن مراد لیا گیا ہے۔ گویا کل کا جز پر عطف ہے۔ دوسری رائے کے مطابق "القرآن العظیم" سے بھی فاتحہ الکتاب ہی مراد ہے اور عطف تفسیری ہے۔

بہر حال قرآن عظمتوں اور رفعتوں والا اور اپنے ماننے والوں کے لیے عظمت و رفعت کا موجب بننے والا ہے۔ "اللہ اس کتاب (قرآن) کے ذریعے بہت سی قوموں کو بلند کرتا اور بہت سی قوموں کو ذلیل کرتا ہے۔" (مسلم، فضائل القرآن، فضل من يقوم بالقرآن و يعلمه، ح: ۸۱۷؛ ابن ماجة، ح:۲۱۸)

㊾ خیر: قرآن مجید کہتا ہے:

﴿ وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوْا خَيْرًا ﴾

(١٦/ النحل:۳۰)

"اور متقیوں سے کہا گیا: تمہارے رب نے کیا نازل کیا؟ انہوں نے کہا: خیر۔"

عربی میں خیر کا لفظ ''شر'' کے مقابلے میں استعمال ہوتا ہے۔ ہر نفع بخش، اچھی خوبیوں والی اور بلند مرتبہ چیز ''خیر'' ہے۔ قرآن مجید میں یہ لفظ کئی معنی کے لیے استعمال ہوا ہے۔

۱۔ شر، فتنہ اور ادنیٰ کے مقابلے میں۔ ۲۔ دولت کے لیے۔ ۳۔ برگزیدہ افراد کے لیے (اخیار) ۴۔ عمدہ اشیاء کے لیے۔ ۵۔ حسین اور صاحب کردار خواتین کے لیے (خیرات)

قرآن مجید خیر اس لیے ہے کہ اس میں عزت، قدر و منزلت کی بلندی، تناسب اور حسن جیسی سب خوبیاں ہیں اور اس کی پیروی سے یہی خوبیاں مومنوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر نصیب ہوتی ہیں۔ معاشرتی زندگی کو قرآن کے مطابق ڈھالنے کا مطالبہ اس لیے ہے کہ یہ سب برکتیں ہمارے معاشرے کا حصہ بن جائیں۔

⑩ الغیب: قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ﴾ (۸۱/ التکویر: ۲٤)

''اور وہ (نبی) غیب پر بخیل نہیں۔''

یعنی آپ کے پاس قرآن کی شکل میں جو غیب کی خبریں اور احکام وغیرہ نازل ہوتے ہیں، رسول ﷺ بے کم و کاست انہیں لوگوں کو سامنے پیش کر دیتے ہیں۔ قرآن مجید کو اس لیے غیب کہا گیا کہ یہ آئندہ پیش آنے والے حالات، یوم آخرت، جنت، جہنم، فرشتوں اور دیگر غیب کی خبروں پر مشتمل ہے۔

⑪ قول ثقیل: وزنی اور ذمہ داری والا قول۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا ﴾ (۷۳/ المزمل: ۵)

''ہم آپ پر عنقریب وزنی قول پیش کر رہے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل کر کے نبی ﷺ پر ایک بہت بڑی ذمہ داری ڈال دی۔ آپ کو کفر و شرک، ظلم و تشدد اور جہالت و تعصب کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کو کہا گیا اور رات کو قیام و سجود اور تلاوت کی تلقین کی گئی تا کہ آپ اچھے انداز سے اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکیں۔

خصائصِ قرآن

قرآن وہ کتاب ہے جو اللہ نے اپنے سب سے زیادہ برگزیدہ بندے اور آخری نبی محمد ﷺ پر نازل کی۔ پھر اللہ تعالیٰ کے اس برتر وافضل بندے نے اس کا ایک ایک حرف اللہ کے بندوں کو سنایا اور وضاحت کر کے ذہن نشین کرایا۔ اس آخری کتاب کا نام جو سب سے زیادہ مشہور ہے وہ "القرآن" ہے۔ علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف "المشوق الی علوم القرآن" میں لکھا ہے کہ لفظ ''قرآن'' محاورہ "قَرَأتِ الحوض" سے لیا گیا ہے۔ پانی سے بھرے ہوئے حوض کو "قَرَأتِ الحوض" کہتے ہیں۔ قرآن چونکہ جملہ علوم کا مکمل احاطہ کئے ہوئے، اپنے دامن میں مکمل معرفت سمیٹے ہوئے تمام حقائق کا مجموعہ ہے اس لیے ''قرآن'' کے نام سے مشہور ہے۔ اس بیان کی تفصیل یوں ہے:

فصاحت و بلاغت

قرآن کی فصاحت و بلاغت سے لطف اندوز ہونے کے لیے عربی زبان پر عبور حاصل ہونا شرط ہے۔ دوسری شرط عقل سلیم اور ذہن کا بغض وعناد سے پاک ہونا ہے۔ قرآن کا نزول عربی زبان میں ہے۔ ترجمے میں وہ چاشنی نہیں ہوتی جو اصل متن پڑھنے سے ملتی ہے۔ اس کے باوجود قرآن کے دوسری زبانوں میں ترجمے پڑھنے سے اَن گنت انسان دین اسلام کے پیروکار بنے۔ قرآن کا فصاحت و بلاغت میں ایک منفرد مقام ہے۔ اس کے الفاظ کی شان وشوکت، معانی کا حسن، اثبات توحید، ردشرک وغیرہ۔

تہذیب اخلاق ونفس

قرآن نے تہذیب اخلاق ونفس کا جامع احاطہ کیا ہے۔ زندگی میں پیش آنے والی جزئیات کا بھی حل پیش کیا ہے۔

عبادات: ﴿وَمَا لِيَ لَآ أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ (۳۶/ یس: ۲۲)

''اور میں کیوں نہ اس کی عبادت کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور ہمیں اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔''

دیکھیے اس آیت مبارکہ میں توحید، اخروی زندگی پر ایمان اور قوم کی خیر خواہی کے وسیع مضامین بیان کر دیے گئے۔ دعوت کا انداز کتنا پر کشش ہے۔

انسان کی فضیلت

﴿ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ﴾ (۱۷/ بنی اسراءیل: ۷۰)

''یقیناً ہم نے آدم کی اولاد کو بڑی عزت دی اور انہیں خشکی اور سمندر میں سواریاں دیں اور انہیں پاکیزہ چیزوں کی روزیاں دیں اور اپنی بہت سی مخلوق پر انہیں فضیلت دی۔''

یہ فضیلت کئی طرح سے ہے۔ شکل وصورت میں انسان دوسری تمام مخلوقات سے ممتاز ہے۔ عقل کی نعمت نے اسے بام عروج پر پہنچایا۔ طرح طرح کی ایجادات نے رہن سہن میں انقلاب برپا کر دیا۔ صحیح وغلط میں تمیز عقل ہی کرتی ہے۔ عقل وشعور ہی انسان کو اطاعت الٰہی پر ابھارتے ہیں۔ انسان کی خوراک کے لیے انواع واقسام کے اناج اور پھل پیدا کئے۔ ہوائی اور بحری جہازوں سے یہ سامان دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے میں پہنچ جاتا ہے۔

امورِ خیر وشر

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ﴾ (۱٦/ النحل: ۹۰)

''اللہ عدل کا، احسان کا اور رشتہ داروں کے ساتھ بھلائی کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی کے کاموں، ناشائستہ حرکتوں اور ظلم وزیادتی سے روکتا ہے۔''

آیت مذکورہ میں عدل کا مطلب انصاف اور انصاف کرتے وقت اپنے پرائے کی تمیز نہ ہو۔ ورنہ انصاف نہیں ہوگا۔ دین کے معاملے میں انصاف یہ ہے کہ معتدل راہ اپنائی جائے۔ غلو سے دامن بچایا جائے۔

تعاون، عدم تعاون

﴿ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۚ ﴾

(۵/ المائدۃ:۲)

''نیکی اور پرہیز گاری میں ایک دوسرے کی مدد کرتے رہو۔ اور گناہ اور ظلم و زیادتی میں مدد نہ کرو۔''

یہ مسلمانوں کے لیے ایک سنہری اصول ہے۔

نیکی اور برائی کی اہمیت

﴿ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۝ ﴾

(الزلزال:۷۔۸)

''پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔''

عفو و درگزر

﴿ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ ۚ ﴾

(۴۲/ الشوریٰ:۴۰)

''اور برائی (تکلیف) کا بدلہ اسی جیسی برائی ہے اور جو معاف کردے اور اصلاح کرلے اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔''

﴿ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ۝ ﴾ (۴۲/ الشوریٰ:۴۳)

''اور جو صبر کرے اور معاف کردے۔ یقیناً یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔''

﴿ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۗ ﴾ (۲۴/ النور:۲۲)

''معاف کردیں اور درگزر کرلیں۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں معاف کرے؟''

یہ آیت ابوبکر صدیق اور مسطح رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے۔ اس پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے

نہ صرف مسطح کا خرچہ بحال کیا بلکہ اس میں اضافہ بھی کر دیا۔

عفوو درگزر اور معاف کر دینا احسان کا خاصا ہے۔ عدل و انصاف سے معاشرے میں امن کی فضا قائم ہوتی ہے جبکہ احسان سے امن کی فضا میں خوش گواری اور فدائیت کے جذبے پھلتے پھولتے ہیں۔

محرمات

﴿ قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ ﴾ (۷/ الاعراف:۳۳)

''آپ فرما دیجئے کہ البتہ میرے رب نے تمام فحش خواہ علانیہ ہوں یا پوشیدہ۔ انہیں حرام کیا ہے ہر گناہ کی بات اور ظلم ناحق اور اس بات کو کہ تم اللہ کے شریک ٹھہراؤ۔ جس کی اللہ نے کوئی سند نہیں اتاری اور یہ کہ تم اللہ کے ذمہ ایسی بات لگاؤ جسے تم جانتے نہیں ہو۔ ان سب کو حرام ٹھہرایا ہے۔''

مذہبی آزادی

﴿ لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ ۖ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ ﴾ (۲/ البقرۃ:۲۵۶)

''دین کے بارے میں زبردستی نہیں۔ سیدھی راہ ٹیڑھی راہ سے ممتاز ہو چکی ہے۔''

انصار کے کچھ نوجوان یہودی یا عیسائی بن گئے تھے۔ پھر جب انہیں اسلام کا نور ملا تو انہوں نے اپنی اس یہودی و عیسائی اولاد کو زبردستی مسلمان بنانا چاہا۔ اس سے یہ بات نکلی کہ اسلامی مملکت میں جزیہ گزار غیر مسلم رعایا کو مسلمان ہونے پر مجبور نہیں کیا جائے گا لیکن جہاد اس سے بالکل علیحدہ چیز ہے۔ مرتدین کی سزا قتل کا بھی اس سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ مسلمان جو مرتد بنے گا اس پر اسلامی تعزیرات نافذ ہوں گی۔ اگر مرتد کی سزا نہیں ہو گی تو وہ دندناتا پھرے گا۔ دیکھا دیکھی اور لوگ بھی اسلام سے منحرف ہوں گے۔ اسلامی ریاست کے لیے ایک فتنہ کھڑا ہو جائے گا۔

اپنی کرنی اپنی بھرنی

﴿ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرَىٰ ﴾ (٦/ الانعام:١٦٤)

''کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔''

عدل وانصاف ہوگا۔ اپنے اعمال کی خود جوابدہی کرنا ہوگی۔ سزا بھی اکیلے بھگتنا ہوگی نیکی پر انعام کا لطف بھی خود اٹھائے گا۔ کوئی دوسرا نہ تو انعام چھین سکے گا اور نہ بدلے میں کسی کی سزا کاٹے گا۔

غیبت کی بیخ کنی

﴿ وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا ۚ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ ﴾ (٤٩/ الحجرات:١٢)

''اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟ تمہیں اس سے گھن آئے گی۔''

غیبت نفرت اور لڑائی کی جڑ ہے۔ غیبت کی تعریف یہ ہے کہ دوسرے لوگوں کے سامنے کسی کی عدم موجودگی میں اس کی برائیوں کا ذکر کرنا۔ اسے مردہ بھائی کا گوشت کھانا قرار دیا۔ اگر مذکورہ برائیاں اس شخص میں نہ ہوں تو پھر یہ ''بہتان'' بن جائے گا۔ یہ دونوں جرم بہت گھناؤنے اور معاشرہ کو گھن کی طرح کھا جانے والے ہیں۔

انفاق فی سبیل اللہ کی تعلیم

﴿ لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ ۚ ﴾ (٣/ آل عمرٰن:٩٢)

''جب تک تم اپنی پسندیدہ چیز اللہ کی راہ میں خرچ نہ کروگے ہرگز بھلائی نہ پاؤ گے۔''

اس آیت مبارکہ کے نزول پر ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر اپنا محبوب ترین باغ (بیرحاء) اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''وہ تو بہت نفع بخش مال ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ تم اسے اپنے رشتہ داروں

میں تقسیم کردو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔"

(بخاری، التفسیر، تفسیر سورۃ آل عمران، ح:۴۵۵۴)

اخوت

﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ ﴾ (۴۹/ الحجرات:۱۰)

"مومن بھائی بھائی ہیں۔ پس اپنے دو بھائیوں میں صلح کرادیا کرو۔"

اس بھائی چارہ کی بنیاد اسلام و ایمان ہے۔ یہ بنیاد یہ تقاضا کرتی ہے کہ مسلمان بھائی اپنے مسلمان بھائی سے نہ لڑے۔ اگر کسی وجہ سے لڑ پڑیں تو دونوں کی جلد صلح کرادی جائے۔ جیسا کہ حدیث ہے: "مومن مومن کے لیے مانند دیوار ہے۔ جس کی ایک اینٹ دوسری اینٹ کی مضبوطی کا باعث بنتی ہے۔" (بخاری، الادب، تعاون المؤمنین بعضهم بعضا، ح:۶۰۲۶؛ مسلم، ح:۲۵۸۵؛ ترمذی، ح:۱۹۲۸)

شکر کرنے کا حکم

﴿ لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ ﴾ (۱۴/ ابراهیم:۷)

"اگر تم شکر گزاری کرو گے تو بے شک میں تمہیں زیادہ دوں گا۔"

آزمائش میں ثابت قدمی پر اجر و ثواب کی خوش خبری

﴿ اِنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴾ (۶۴/ التغابن:۱۵)

"تمہارے مال و اولاد تو سراسر آزمائش ہیں اور بہت بڑا اجر اللہ کے پاس ہے۔"

مال اور اولاد اللہ کی اطاعت میں رکاوٹ نہیں بننی چاہیے۔ یہی دونوں چیزیں رزق حرام کی ترغیب دیتی ہیں اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں رکاوٹ بنتی ہیں۔ اگر اللہ کے حکم کی اطاعت کی اور مال و اولاد کو اللہ کے حکم پر رکھا تو یہی کارگزاری آزمائش میں ثابت قدمی ہے اور اس ثابت قدمی پر اللہ کے حضور درجات ہی درجات ہیں۔

کسر نفسی

﴿ وَمَاۤ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ؕ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ (۱۲/ یوسف:۵۳)

”میں اپنے نفس کی پاکیزگی بیان نہیں کرتا۔ بے شک نفس تو برائی پر اکسانے والا ہے۔ مگر یہ کہ میرا رب اپنا رحم فرمائے، یقیناً میرا رب بڑی بخشش والا اور بہت مہربان ہے۔“

اگر یہ یوسف علیہ السلام کا قول ہے تو انتہائی درجے کی بندگی اور غلامی کا اظہار ہے۔ یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی ہر طریقہ سے منظر عام پر آ چکی تھی۔ آپ چونکہ اللہ کے نبی ہیں اس لیے کسرِ نفسی کی اعلیٰ مثال اور تعلیم ہے۔ مصائب پر توکل کا درس ہے۔

کفار کے لیے قوت تیار رکھنا

﴿ وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ ﴾ (۸/ الانفال:۶۰)

”تم ان کے مقابلے کے لیے طاقت بھر قوت سے تیاری کرو اور گھوڑوں کے تیار رکھنے کی، کہ اس سے تم اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو خوفزدہ رکھ سکو۔“

آیت کے نزول کے وقت تیر اندازی اور گھوڑے موثر ترین ہتھیار تھے۔ آج کل سائنسی دور میں میزائل، ٹینک، توپ، ہوائی جہاز، بحری جہاز، آبدوزیں اور بم ہیں۔

رب کریم انتہائی رحم کرنے والا ہے

﴿ كَتَبَ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ﴾ (۶/ الانعام:۱۲)

”اللہ نے مہربانی کرنا (اپنے بندوں پر) اپنے اوپر لازم کر لیا ہے۔“

﴿ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ ﴾ (۷/ الاعراف:۱۵۶)

”اور میری رحمت تمام اشیاء پر محیط ہے۔ تو وہ رحمت ان لوگوں کے نام ضرور لکھوں گا جو اللہ سے ڈرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں۔“

اسی رحمت کی بدولت ہی تو نیک و بد اور مومن و کافر دنیا میں فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

مومنوں کا دوست اللہ ہے

﴿ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ﴾ (۲/ البقرۃ:۲۵۷)

''مومنوں کا مددگار اللہ ہے، وہ انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاتا ہے۔''

دوست ایک سہارا ہوتا ہے جس کا سہارا خالق کائنات ہو۔ قسمت و تقدیر کا لکھنے والا ہو اور سب سے زیادہ رحم کرنے والا اور ترس کھانے والا ہو اور پھر زندگی کے ہر موڑ پر یہ سہارا ہو تو کتنی خوش نصیبی ہے!

انسانی زندگی کی اہمیت

﴿ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًاۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ ﴾ (۵/ المائدۃ:۳۲)

''جو شخص کسی کو بغیر اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد مچانے والا ہو قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا اور جو شخص کسی ایک کی جان بچالے اس نے گویا تمام انسانوں کو زندہ کر دیا۔''

اللہ کے نزدیک انسانی زندگی کی قدر و قیمت اور حرمت کتنی زیادہ ہے!

زندگی میں میانہ روی

﴿ وَالَّذِيْنَ اِذَاۤ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۝ ﴾

(۲۵/ الفرقان:۶۷)

''اور جو خرچ کرتے وقت بھی نہ تو اسراف کرتے ہیں نہ بخیلی بلکہ ان (دونوں) کے درمیان میانہ روی اور معتدل راہ ہوتی ہے۔''

فتح القدیر میں ہے: ''اللہ کی نافرمانی میں خرچ کرنا اسراف اور اللہ کی اطاعت میں خرچ نہ کرنا بخیلی ہے اور اللہ کی اطاعت میں خرچ کرنا قوام ہے۔''

اسی طرح حقوق العباد میں بھی حد اعتدال سے گزرنا اسراف بن جاتا ہے۔ حتی کہ

عبادات میں بھی میانہ روی اور تسلسل کی تعلیم ہے۔

قرآن رہبانیت کی بجائے دنیا اور آخرت سنوارنے کی تعلیم دیتا ہے

﴿ وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ ﴾ (۲۸/ القصص:۷۷)

''اور جو کچھ اللہ نے تجھے دیا ہے اس میں سے آخرت کے گھر کی تلاش بھی رکھ اور اپنے دنیوی حصے کو بھی نہ بھول، اور جیسے اللہ نے تم پر احسان کیا ہے تو بھی اچھا سلوک کر۔''

یعنی اپنے مال کو اللہ کی راہوں میں خرچ کرتا جا اور آخرت سنوارتا جا۔ لیکن اس زندگی میں خوراک، لباس، مکان اور نکاح وغیرہ پر بھی حد اعتدال سے خرچ کر۔ جس طرح تیرے رب کا تجھ پر حق ہے۔ اسی طرح تیرے اپنے نفس کا، بیوی بچوں کا اور مہمانوں وہمسایوں کا تجھ پر حق ہے۔ جیسے اللہ نے تجھے مال سے نواز کر احسان کیا ہے۔ اسی طرح تو بھی مخلوق پر خرچ کر کے احسان کر۔

اللہ کی خوشنودی غرباء ومساکین پر خرچ کرنے میں مضمر ہے

﴿ فَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴾ (۳۰/ الروم:۳۸)

''پس قرابت داروں، مسکین، مسافر کو اپنا اپنا حصہ دیجیے۔ یہ ان کے لیے بہتر ہے جو اللہ کا چہرہ (دیکھنا) چاہتے ہوں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔''

انسان کا فرض ہے کہ رزق اللہ کے حکم کے مطابق خرچ کرے۔ رشتے دار کا حق مقدم ہے۔ رشتہ دار پر خرچ کرنا دوگنا ثواب ہے۔ ایک صدقہ وزکوۃ کا اور دوسرا صلہ رحمی کا۔

یاد رہے غرباء کی مدد اُن پر احسان نہیں ہے بلکہ حق کی ادائیگی ہے۔ غرباء ومساکین پر خرچ کرنا جنت جانے کا راستہ ہے۔

اللہ سے ہی مانگو

﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ ﴾ (۴۰/ المؤمن:۶۰)

''اور تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔''

اس آیت مبارکہ میں اکثر مفسرین نے دعا سے عبادت مراد لی ہے۔ یعنی صرف ایک اللہ کی عبادت کرو۔ فتح القدیر میں ہے: ''مافوق الاسباب ذرائع سے کسی سے کوئی چیز مانگنا اور سوال کرنا عبادت ہی ہے۔''

مطلب یہ کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا حرام ہے۔ آیت یہی درس دے رہی ہے، جب اللہ نے قبولیت کی بھی بشارت دے دی تو پھر مالک حقیقی کو چھوڑ کر کاسۂ گدائی لے کر جگہ جگہ پھرنا اللہ کریم کی ناقدری اور بندے کے نمک حرام ہونے کی واضح دلیل ہے۔

کائنات میں اللہ کی صناعی

﴿ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ۭ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ﴾ (٦٧/ الملك:٣)

''تو (اے دیکھنے والے) اللہ رحمٰن کے پیدا کرنے میں کوئی بے ضابطگی نہ دیکھے گا۔ دوبارہ (نظریں ڈال کر) دیکھ لے کیا کوئی شگاف بھی نظر آ رہا ہے۔''

نقص اور خلل سے پاک یہ کائنات اس بات کی مظہر ہے کہ ان سب کا پیدا کرنے والا ایک ہی تو ہے۔ نہ کہ متعدد ہستیاں، دوبارہ دیکھنا یہ ایک واضح چیلنج ہے کہ عقل کے اندھو! اب تو کوئی جواز ہی نہیں رہا کہ تم توحید باری تعالیٰ کا اقرار نہ کرو۔ دیکھیے کتنی عمدہ مثال ہے کہ پڑھا اور ان پڑھ سبھی حقیقت جان سکتے ہیں۔

﴿ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴾

(٢٩/ العنکبوت:٤١)

''اور تمام گھروں سے زیادہ کمزور گھر مکڑی کا ہے۔ کاش! وہ جان لیتے۔''

جرمن پروفیسر کا کہنا ہے: ''مکڑی کے جالے کا ہر تار چار تاروں سے ملا ہوتا ہے۔ ان چار تاروں میں سے ہر تار پھر ایک ہزار تار سے بٹا ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ مکڑی کے گھر کے ایک تار میں چار ہزار دھاگے ہوتے ہیں۔ ہمارے لیے سوچنے کا مقام ہے کہ اللہ نے کمزور گھر

بنانے والی مکڑی کو کس قدر فہم وفراست اور باریک بینی کا علم عطا کیا ہے۔ مکڑی کے ناپائیدار گھر کو معبودانِ باطلہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔

عظمتِ قرآن کو شہد کی مکھی کی مثال سے ثابت کیا گیا

﴿وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ﴾ (١٦/ النحل:٦٨)

''آپ کے رب نے شہد کی مکھی میں یہ بات ڈال دی کہ پہاڑوں میں، درختوں اور لوگوں کی بنائی ہوئی اونچی اونچی ٹہنیوں میں اپنے گھر (چھتے) بنا۔''

اللہ کی عطا کردہ فہم وفراست سے شہد کی مکھی کتنا عمدہ چھتہ بناتی ہے۔ یہ چھتہ ایک مضبوط قانون، فوج اور صنعت کا شاہکار ہے۔ اس میں مکھی کے خاندانوں کے الگ الگ محلے۔ بچہ دینے والی رانی کی حکومت۔ بچوں کی پرورش اور تربیت دینے والا عملہ، شہد کے ذخیرے، ان ذخیروں کی حفاظت کے طریقے، شہد بنانے کے لیے رنگ رنگ کے پھولوں سے جوس لینا، چھتے کے تمام گھروں کا مسدس شکل ہونا اور مساوی رقبہ ہونا اس نتیجے پر پہنچنے کے لیے مؤید ہیں کہ جب وحی ربانی کسی ذی روح کی طرف توجہ کرتی ہے تو اسے کیا سے کیا بنا دیتی ہے اور جب یہ قرآن کی جملہ وحی انسان جیسے ذی عقل وفہم اور ذی نطق وتدبر کے روحانی اور جسمانی ارتقاء پر التفات کرے تو اسے کیا سے کیا بنا دے گی۔ یہ روزمرہ کی دیکھنے کی چیز ہے۔ اتنی واضح مثال کے بعد بھی کوئی توحید کا منکر ہے؟ ایک طرف اشارہ یہ ہے کہ مکھی کو اللہ نے وحی کے ذریعے اعلیٰ ترین صناعی سکھائی۔ اسے تو شیطان نہ اچک سکا۔ تو قرآن کا نزول جو ملائکہ کے جلو میں ہوا تو اس میں کیوں شک؟

قرآن اور نمل کے واقعہ میں انسان کو تعلیم

﴿قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ (١٦/ النمل:١٨)

''ایک چیونٹی نے کہا: چیونٹیو! اپنے اپنے گھروں میں گھس جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں سلیمان اور ان کے لشکر تمہیں روند ڈالیں۔''

اس آیت مبارکہ سے پتہ چلا کہ

① حشرات الارض وغیرہ کو بھی ایک مخصوص شعور ملا ہے مگر وہ انسانوں سے مختلف ہے۔

② سلیمان علیہ السلام اللہ کے پیغمبر ہونے کے باوجود عالم الغیب نہیں تھے اسی لیے چیونٹیوں کو ڈر لگا کہ کہیں بے خبری میں ہم روند نہ دی جائیں۔

③ حیوانات تک یہ جانتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی عالم الغیب نہیں۔ اس کی تصدیق واقعہ ہدہد سے بھی ہو جاتی ہے۔

④ سلیمان علیہ السلام پرندوں اور جانوروں کی زبانیں سمجھتے تھے۔ یہ علم بطور اعجاز اللہ نے انہیں دیا تھا اور تسخیر جنات بھی اعجازی شان تھی۔

⑤ یہ آیت ضعیف قوم کو طاقتور قوم کے سامنے زندہ رہنے اور اپنی زندگی قائم رکھنے کے وسائل کی تعلیم دیتی ہے، پہلے سبق کے طور پر اتحاد و اتفاق اور اپنے کمانڈر کی اطاعت ہے۔

⑥ ایک سبق یہ ملتا ہے کہ ذاتی حفاظت کا سامان ہمہ وقت رکھنا ضروری ہے۔

⑦ نقصان اٹھانے پر ایسے شخص کو الزام نہیں دے سکتے جس کی نیت اور علم میں نقصان رسانی شامل نہ ہو۔

⑧ جب امت مسلمہ کی حالت مذکورہ واقعہ میں چیونٹیوں جیسی ہو جائے تو انہیں قرآن کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

⑨ کسی قوم کی کمزوری اس کے خاتمہ کی دلیل نہیں ہے۔ اگر وہ قوم بقائے زندگی کا عزم رکھتی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ چیونٹی کی طرح وہ زندہ نہ رہ سکے۔

قرآن زمین وآسمان پر غور کرنے کی دعوت دیتا ہے

﴿قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ﴾ (۱۰/ یونس:۱۰۱)

''آپ کہہ دیجئے! کہ تم غور کرو کہ کیا کیا چیزیں آسمانوں اور زمین میں ہیں۔''

زمین وآسمان کے خواص اور ماہیت کا علم انسان کو بام عروج پر لے جاتا ہے۔ مگر! ہم لاپرواہی اور تن آسانی کے شکار ہوئے تو دوسروں کے دست نگر بن گئے۔ زندہ رہنے کا حق تو ہر انسان کا پیدائشی حق ہے۔ لیکن مسلمان اپنے اس حق کے لیے غیر مسلم اقوام کے دروازوں کو

کھنکھٹا رہے ہیں اور وہ ہم پر پھبتیاں بھی کستے ہیں، ذلیل بھی کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں سمندری فوائد کا ذکر

﴿ وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا ۖ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِن فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ ﴾ (١٦/ النحل: ١٤)

''اللہ وہ ہے جس نے سمندر بھی تمہارے بس میں کر دیے ہیں کہ تم اس میں سے (نکلا ہوا) تازہ گوشت کھاؤ اور اپنے پہننے کے لیے سمندر کے زیورات نکالو اور تم دیکھتے ہو کہ کشتیاں اس میں پانی چیرتی ہوئی (چلتی) ہیں اور اس لیے بھی کہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور ممکن ہے تم شکر گزاری بھی کرو۔''

سمندری فائدے

① تم اس سے مچھلی کی صورت میں تازہ گوشت کھاتے ہو (اور مچھلی مردہ ہو تب بھی حلال ہے۔ حتیٰ کہ حالت احرام میں بھی اسے شکار کرنا حلال ہے۔)

② اس سے تم موتی، سیپیاں اور جواہر نکالتے ہو۔ جس سے تم زیور بناتے ہو۔

③ اس میں تم کشتیاں اور جہاز چلاتے ہو۔ اس کی بدولت تم ایک ملک سے دوسرے ملک میں جاتے ہو۔ تجارتی سامان کی درآمدی برآمدی اشیاء کی نقل و حمل کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ جس سے تمہیں اللہ کا فضل (رزق) ملتا ہے۔ اور اس پر تمہیں اللہ کریم کا احسان مند اور شکر گزار ہونا چاہیے۔

جہاز رانی دنیا پر تسلط کا اہم نکتہ ہے۔ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے بحری بیڑہ قائم کیا اور بحری جزائر کریٹ، مالٹا اور طرابلس فتح ہوئے۔ یہ یورپ کے دروازے ہیں۔

درجِ بالا دنیاوی فوائد کے ساتھ دینی فائدہ بھی ہے۔ اس تجارت پر ہمارا کنٹرول تھا۔ ایجادات ہماری تھیں۔ ملک فتح ہوئے۔ عرب تاجر چار سُو پھیل گئے۔ انڈونیشیا، انڈیا کا جنوبی ساحل، آسام، برما اور مشرقی بنگال میں اسلام پہنچایا اور اس کی بدولت مسلمانوں کی آبادی بڑھی اور پاکستان دنیا کے خطے پر نمودار ہوا۔

اعجاز القرآن

اعجاز کا لغوی معنی عاجز کر دینا ہے۔ معجزہ اسی سے بنا ہے۔ جو انبیاء کرام علیہم السلام کے ایسے خرقِ عادت افعال کو کہا جاتا ہے جن کے ساتھ مقابلہ کرنے کا چیلنج بھی موجود ہو لیکن اس کا مقابلہ کرنا انسانی بس سے باہر ہو۔ یا انبیاء کا کچھ کھائے پیئے بغیر کئی روز تک زندہ رہنا اور صحت بھی برقرار رہے۔ جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم "طے کے روزے" رکھتے تھے یعنی بغیر افطار کئے روزے پہ روزہ رکھے چلے جانا جبکہ ہم امتیوں کو اِس روزے سے روک دیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "اللہ مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔"

(بخاری، الصوم، الوصال و من قال: لیس فی اللیل صیام، ح: ۱۹۶٤؛ مسلم، ح: ۱۱۰۲؛ ابو داود، ح: ۲۳٦۱)۔

لیکن اس کی کیفیت کا پتہ نہیں چل سکا۔ ممکن ہے روحانی طور پر اللہ کا آپ پر انعام ہو۔

علماء کے نزدیک قرآن کا اعجاز یہ ہے کہ قرآن اس قدر بے شمار علوم کا جامع ہے کہ ان علوم کو تھوڑے سے کلمات میں جمع کر دیا گیا ہے۔ جبکہ ایک مذہبی گروہ کا یہ کہنا ہے کہ اعجاز قرآن یہ ہے کہ قرآن میں علم غیب کا ہونا اور بہت سے امور کا یقینی حکم کا پایا جانا ہے۔

اعجاز قرآن قرآن کا رعب ودبدبہ ہے

اعجاز قرآن، قرآن کا وہ رعب ودبدبہ ہے جو اِس کے سننے والوں میں پیدا ہوتا ہے۔ خواہ سامعین غیر مسلم اور مشرک ہی کیوں نہ ہوں۔ مستہزئین کی جماعت میں سے ولید بن مغیرہ کا، جو ایک کھرانٹ بڈھا تھا، بیان پڑھیے۔ "میں نے بہت کاہن دیکھے ہیں۔ کہاں ان کی تک بندیاں اور کہاں کلام محمد۔ ہمیں ایسی بات نہ کہنا چاہیے جس سے قبائل عرب یہ سمجھ لیں کہ ہم جھوٹ بھی بولتے ہیں۔ ایک نے کہا: ہم اسے دیوانہ کہیں گے۔ ولید بولا: محمد کو دیوانگی سے کیا نسبت؟ ایک بولا: اچھا ہم کہیں گے وہ شاعر ہے۔ ولید نے کہا: ہم جانتے ہیں کہ شعر کیا ہوتا ہے۔ اصناف سخن ہمیں بخوبی معلوم ہیں۔ محمد کے کلام کو شعر سے ذرا بھر مشابہت نہیں۔ ایک

بولا: ہم لوگوں کو بتائیں گے کہ وہ جادوگر ہے۔ ولید نے کہا: جس طہارت و لطافت و نفاست سے محمد رہتا ہے وہ جادوگروں میں کہاں ہوتی ہے۔'' (رحمۃ للعالمین ﷺ: ۱/ ۵۲)

اعجاز قرآن، قرآن کی دلکشی اور تاثیر میں پنہاں ہے

تلاوت قرآن کرنا اور تلاوت قرآن کا سننا انسان کی زندگی کو تبدیل کر دیتا ہے اور قرآن پڑھنے اور سننے والا اس میں محو ہو جاتا ہے۔ یہ محویت اسے دنیاوی اور اخروی کامیابیوں کی بلندیوں کی انتہا تک پہنچا دیتی ہے۔

خالد بن عتبہ قرآن سنتا ہے تو حیران و ششدر رہ جاتا ہے۔ جب ہوش و حواس بحال ہوتے ہیں تو بول اٹھتا ہے: ''اللہ کی قسم! اس میں عجیب شیرینی ہے۔ اس میں عجیب تر و تازگی ہے۔ اس کی جڑیں سیراب ہیں۔ اس کی شاخیں پھل سے لدی ہوئی ہیں۔ اور بشر تو ایسا کہہ ہی نہیں سکتا۔''

یہ وہی لوگ ہیں جو عہد جہالت میں پیسہ کے لیے قتل کرنا شغل سمجھتے۔ جب یہ قرآن پڑھنے والے بنے تو اسلام کی محبت میں گھر بار اور بیوی بچے اور مال و متاع تک قربان کر دیا:

﴿ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ﴾ (۹۸/ البینۃ: ۸)

''اللہ ان سے راضی ہوا اور یہ اللہ سے راضی ہوئے۔''

قرآن کی فصاحت و بلاغت

قرآن کی فصاحت و بلاغت جاننے کے لیے عربی زبان میں کامل مہارت ضروری ہے مہارت کے ساتھ ساتھ قلبِ سلیم کا ہر قسم کے تعصب سے پاک ہونا بھی لازمی ہے۔ درجِ بالا اوصاف کا مالک انسان جب بھی قرآن کا قاری بنے گا تو بے ساختہ بول اٹھے گا کہ یہ فصاحت و بلاغت انسان کے بس میں نہیں ہے۔ یہ اللہ عزوجل کا کلام ہے۔ یہ قرآن مجید ہی کا خاصا ہے کہ وہ احکام شریعت، مواعظ و امثال اور اخبار و انذار میں ماضی کے واقعات اور مستقبل کی خبریں دیتا ہے جو کہ ہر جگہ صداقت و روحانیت اور فصاحت و بلاغت کا نادر نمونہ ہیں۔

قرآن مجید میں کلام کی شان، الفاظ کی شوکت اور معنی و مطالب کا حسن روزِ روشن کی طرح ویسے ہی جلوہ گر ہے جیسے اثباتِ توحید، ردِ شرک، ابطالِ باطل اور احقاقِ حق کی فضا جلوہ

افروز ہے۔ فصاحت کا اندازہ اس بات سے کریں کہ قرآن مجید کی آیات میں علوم و معارف کے خزانے کیسے سمو دیے گئے ہیں۔ نمونہ کے لیے درج ذیل قرآنی آیات پڑھیے:

1 ﴿ وَمَا لِيَ لَآ أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴾ (۳۶/ یٰس:۲۲)

”مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔“

دیکھا آپ نے حبیب نجار رضی اللہ عنہ نے ایک جملے میں کتنی خوبصورتی اور فصاحت و بلاغت سے اپنا مقصد حیات و ممات اور آخرت کا منظر قوم کے سامنے پیش کیا ہے۔

2 ﴿ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ ءَادَمَ وَحَمَلْنَٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَٰهُم مِّنَ الطَّيِّبَٰتِ وَفَضَّلْنَٰهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا ﴾ (۱۷/ بنی اسراءیل:۷۰)

”یقیناً ہم نے اولاد آدم کو بڑی عزت دی اور انہیں خشکی اور تری کی سواریاں دیں اور اپنی بہت سی مخلوق پر انہیں فضیلت دی۔“

یہ شرف اور فضل ہر انسان کو بلا تمیز مذہب و ملت اور رنگ و نسل حاصل ہے۔ یہ شرف و فضل شکل و صورت اور قد و قامت میں مضمر ہے۔ انسان کو عقل سے نوازا گیا۔ جس سے یہ اپنے رب کو پہچانتا ہے اور دوسری مخلوقات کو کنٹرول بھی کرتا ہے۔ عقل سے بلند و بالا عمارتیں، موسمی تغیرات سے بچانے والے ملبوسات اور اچھے برے کی تمیز ودیعت کر دی۔ کائنات کی ساری چیزیں زمین و آسمان، سورج، چاند، ستارے، ہوا اور پانی کو انسان کی خدمت میں لگا دیا۔ سواری کے لیے اونٹ، گدھے اور گھوڑے۔ اب کاریں، بسیں ریل گاڑیاں، ہوائی جہاز، کشتیاں اور بڑے بڑے جہاز ہیں۔

انسانی خوراک کے لیے غلے، پھل پیدا کیے جو مختلف ذائقوں اور فوائد سے بھرپور ہیں۔ جبکہ دوسری مخلوقات ان سے انسان کی طرح فائدہ نہیں اٹھا سکتی۔ یہ تمام فضائل انسان کو عطا کر کے اللہ کریم نے اسے اپنی بہت سی مخلوقات پر برتری اور فضیلت سے نوازا ہے۔

3 ﴿ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۚ ﴾

(۵/ المائدۃ:۲)

”نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی میں مدد نہ کرو۔“

اس آیت مبارکہ کی فصاحت و بلاغت اور الفاظ کا چناؤ اور جڑاؤ اپنی مثال آپ ہے۔ ایک جملے میں انسانی زندگی کا سنہری اصول بتا دیا گیا۔ اس سے انسان انفرادی اور اجتماعی طور پر عمل پیرا ہو کر اپنی زندگی اور اسلامی معاشرے کو جنت بے نظیر بنا سکتا ہے۔ ظلم اگر ختم ہو جائے اور اس کی جگہ انصاف لے لے تو سارے دکھ اور جھنجھٹ ہی ختم ہو جاتے ہیں۔

4 ﴿ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ﴾ (٤١/ حم السجدۃ:٣٤)

”برائی کو بھلائی سے دفع کرو پھر وہی جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی ہے ایسا ہو جائے گا جیسے دلی دوست۔“

یہ انتہائی سنہری ہدایت ہے کہ برائی کو نیکی سے بدل دو۔ اسے اپنانے کے لیے ”میں“ مارنا پڑتی ہے۔ جب غلط انا اور غصہ کنٹرول ہو گیا تو لڑائی کے شعلے اور چنگاریاں خود بخود نیکی کے پاکیزہ اثرات سے اپنی موت آپ مر جائیں گے۔

5 ﴿ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ﴾ (٦٧/ الملك:٣)

”(تو) اللہ رحمٰن کے پیدا کرنے میں کوئی بے ضابطگی نہ دیکھے گا۔“

جب سے کائنات ظہور پذیر ہوئی اور آدم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اس وقت سے آج تک بلکہ آئندہ بھی انسان نظام کائنات کے حسن و خوبی کا معترف ہی رہے گا اور اس سے اپنی زندگی میں استفادہ کرتا رہے گا۔ دیکھیے کیسے ایک جملے میں ایسی بات کی گئی جس پر بہت سی کتب تصنیف ہو چکی ہیں۔

اعجاز قرآن نے عقل اور مذہب کو یکجا کر دیا

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ﴾

(٤٩/ الحجرات:٤)

”جو لوگ آپ کو حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں، ان میں سے اکثر بے عقل

ہیں۔“

قبیلہ بنوتمیم کے اعرابیوں نے ایک دن آپ ﷺ کے قیلولہ کے وقت دوپہر کو حجرے سے باہر کھڑے ہوکر عامیانہ انداز میں یا محمد! یا محمد! کی آوازیں دینا شروع کیں۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ نبی ﷺ کے ادب واحترام کے تقاضے پورے نہ کرنا بے عقلی ہے:

﴿ وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّىٰ تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ ﴾ (۴۹/ الحجرات:۵)

”اگر یہ لوگ صبر کرتے حتیٰ کہ آپ ان کے پاس آجاتے تو یہ ان کے لیے بہتر ہوتا۔“

اس آیت کریمہ نے عقل سے کام لینے کا حکم اور جلد بازی سے منع کیا ہے:

﴿ وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجَاوِرَاتٌ وَجَنَّاتٌ مِّنْ أَعْنَابٍ وَزَرْعٌ وَنَخِيلٌ صِنْوَانٌ وَغَيْرُ صِنْوَانٍ يُسْقَىٰ بِمَاءٍ وَاحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الْأُكُلِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝ ﴾ (۱۳/ الرعد:۴)

”اور زمین میں مختلف ٹکڑے ایک دوسرے سے متصل ہیں اور انگوروں کے باغات ہیں اور کھیت ہیں اور کھجوروں کے درخت ہیں۔ شاخدار اور بعض بے شاخ ہیں۔ سب ایک ہی پانی سے سیراب کیے جاتے ہیں۔ پھر بھی ہم ایک کو ایک پر پھلوں میں برتری دیتے ہیں۔ اس میں عقلمندوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔“

﴿ قُل لَّوْ شَاءَ اللَّهُ مَا تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرَاكُم بِهِ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ ﴾ (۱۰/ یونس:۱۶)

”آپ یوں کہہ دیجیے کہ اگر اللہ کو منظور ہوتا تو نہ تو میں تمہیں وہ پڑھ کر سناتا اور نہ اللہ تمہیں اس کی اطلاع دیتا کیونکہ اس سے پہلے تو میں عمر کا ایک بڑا حصہ تمہیں میں رہ چکا ہوں۔ کیا تم عقل نہیں رکھتے؟“

یعنی تم میری چالیس سالہ زندگی کے ذرہ ذرہ سے واقف ہو۔ کیا میں نے کسی استاد سے سیکھا ہے؟ نہیں۔ اس پر تم گواہ ہو۔ اسی طرح تم میری امانت و دیانت کے بھی گیت گاتے ہو۔

یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں اللہ پر افترا باندھوں؟ یہ قرآن اللہ کا نازل کردہ کلام ہے۔ امانت کا یہ حال کہ قریش آپ کے خون کے پیاسے، تلواریں سونت کر باہر دروازہ پر آپ ﷺ کے باہر آنے کے منتظر ہیں کہ جیسے ہی آپ ﷺ نکلیں تو یکبارگی حملہ کرکے آپ کی زندگی کا خاتمہ کر دیں۔ لیکن انہی لوگوں کی امانتیں پھر بھی آپ کے ہاں رکھی ہوئی ہیں۔

اعجازِ قرآن پر علماء کا اعتراف واقرار

مسلم علماء کی آراء

قاضی عیاض رحمہ اللہ: آپ اپنی کتاب ''الشفاء'' میں لکھتے ہیں:

''قرآن کا گزشتہ زمانوں کی ہلاک شدہ قوموں اور محو شدہ شریعتوں کے ایسے تاریخی حالات بیان کرنا جنہیں اس سے پہلے کوئی نہ جانتا تھا اعجاز قرآن ہے۔''

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ: ''قرآن کے اعجاز کی وجہ اس کی فصاحت، اسلوبِ بیان کی ندرت اور غرابت اور اس کا تمام عیوبِ کلام سے پاک ہونا ہے۔''

مراکشی رحمہ اللہ: یہ اپنی کتاب المصباح کی تشریح میں لکھتے ہیں:

''قرآن مجموعہ علم البیان ہے۔ علم بیان کی تعریف یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے معانی ادا کرتے وقت غلطی نہ ہوسکے۔ کلام کے تقاضے حال سے مطابق ہونے کی رعایت کے بعد اس علم کے وسیلہ سے کلام کے تعین کی وجوہات کا پتہ چلے۔ اعجاز قرآن کی اجمالی دلیل یہ ہے کہ اہل عرب اس کا معارضہ کرنے سے عاجز رہے۔ اس کی ساخت اور ترکیب کے خواص پر غور کیا جائے تو قرآن مجید کا ''اللہ کا کلام'' ہونے کا یقین ہوجاتا ہے۔ از روئے علم قرآن مجید ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔''

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ: یہ اپنی کتاب ''الاتقان فی علوم القرآن'' میں لکھتے ہیں کہ ''اعجاز قرآن کا تعلق ایک مخصوص نظم وترتیب سے ہے اور نظم وترتیب کے معجز ہونے کا بیان نظم وترتیب کلام پر موقوف ہے اور پھر اس بات کے بیان پر بھی کہ یہ نظم وترتیب اپنے ماسوا کلاموں کے نظم وترتیب سے مختلف ہے۔ تالیف کلام کے پانچ مراتب ہیں:

(۱) بسیط حروف کو ایک دوسرے میں اس طرح ضم کرنا کہ اس سے کلمات ثلاثہ یعنی اسم، فعل اور حرف کا حصول۔

(۲) کلام منثور کے لیے مفید جملوں کے حصول کی خاطر کلمات کو ترتیب دینا۔

(۳) کلام منظوم کے لیے کلمات کو اس طرح ملانا کہ اس میں آغاز (مبدأ) مقطع (کاٹا ہوا) مداخل (داخل کیا ہوا) اور مخارج سب ہی پائے جائیں۔

(۴) حصول کلام، مسجع کے لیے کلام میں سجع کا التزام۔

(۵) حصولِ شعر کے لیے کلام میں وزن کو ملحوظ رکھنا۔

پھر رقم طراز ہیں: ''قرآن ان سب خوبیوں کا جامع ہے۔ مگر ایسی نظم و ترتیب کے ساتھ جو اِن چیزوں میں سے کسی چیز کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتا۔''

سکاکی رحمہ اللہ: سکاکی کا بیان ہے: ''جاننا چاہیے کہ قرآن کے اعجاز کا علم ادراک میں تو آتا ہے مگر زبان سے بیان کرنا ایسے ہی ناممکن ہے جیسے کہ وزن کا درست ہونا ادراک میں تو آتا ہے لیکن زبان سے بیان نہیں ہوسکتا۔''

عطیہ رحمہ اللہ: ان کا کہنا ہے: ''وہ صحیح بات جسے جمہور اور بلند پایہ علماء قرآن کے اعجاز کی وجہ بتاتے ہیں وہ یہ کہ قرآن اپنے نظم و عبارت، صحت معانی اور الفاظ کی پے در پے فصاحت کے باعث معجز ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام چیزوں اور تمام کلام پر محیط ہے۔ لہٰذا جس وقت کوئی ایک لفظ قرآن کا مرتب ہوا۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے بے پایاں علم سے معلوم کرلیا کہ کونسا لفظ پہلے لفظ کے بعد آنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور ایک معنیٰ کے بعد دوسرے معنیٰ کی تعیین اور توضیح کرسکتا ہے پھر اسی طرح اول سے آخر قرآن تک اس کی ترتیب ہوئی اور انسان کو عام طور پر نسیان (بھول جانا) ہوتا رہتا ہے اور کوئی انسان تمام کلام کا احاطہ اس طرح نہیں کرسکتا۔''

حازم رحمہ اللہ: یہ اپنی تصنیف منہاج البلغاء میں لکھتے ہیں: ''قرآن کی وجہ اعجاز یہ ہے کہ اس میں ہر مقام پر یکساں طور پر بلاغت موجود ہے کہیں بھی اس کا سلسلہ ٹوٹتا نظر نہیں آتا اور یہ بات کسی بشر کی قدرت میں نہیں۔''

عبدالرحمٰن، جرمنی: ''مجھے معلوم ہوا کہ قرآن پڑھ کر میں اندھیرے سے روشنی میں آ گیا ہوں۔ اسلام کی تعلیمات میں مجھے کہیں بھی کوئی ایسی بات نظر نہیں آئی جو عقل کے خلاف ہو یا نا قابلِ اعتماد ہو۔ یہی بات قرآن کا اعجاز اور اسلام کے فطری مذہب ہونے کی دلیل ہے۔''

احمد اے ایس: احمد۔ اے۔ ایس لکھتے ہیں: ''مجھے قرآن مجید کے صفحات کے اندر ہر انسان کے لیے رشد و ہدایت نظر آئی۔ قرآن منطق ہے جو حکمت و دانش سے بھرا پڑا ہے۔ یہ خود اپنی تفسیر بھی ہے اور تشریح بھی۔ جو شخص اس سے نور و ہدایت کا طلب گار ہے۔ غیر متعصب دل و دماغ اور خالی ذہن کے ساتھ اسے پڑھے تو قرآن اس کے آگے نورِ بصیرت کے دروازے کھول دیتا ہے۔ یہی اس کا اعجاز ہے۔''

غیر مسلم علماء کے اعترافات

پروفیسر ہربرٹ وائل: ہربرٹ اپنی تقریر ''لیکچر ان اسلام'' میں کہتا ہے:

''اسلامی زندگی کی کوئی شاخ لے لیں ناممکن ہے کہ اس شعبہ میں اس کی تعلیمات راہنمائی نہ کرتی ہوں۔ میرا خیال ہے کہ اگر اس کی تعلیمات پر عمل کیا جائے تو ایک سمجھ دار انسان بیک وقت دنیاوی اور روحانی ترقی حاصل کر سکتا ہے۔ یہی قرآن کا عظیم اعجاز ہے۔''

ڈاکٹر سٹینلے پول: وہ اعجازِ قرآن کا یوں معترف ہے: ''قرآن نے دنیا کو اعلیٰ اخلاق کی تعلیم اور اصولِ جہاں بانی سکھائے۔'' (گائیڈنیس آف ہولی قرآن)

مہاتما گاندھی: اس نے اعتراف کیا ہے: ''میں نے قرآن کی تعلیمات کا مطالعہ کیا۔ مجھے قرآن کو الہامی کتاب ماننے میں ذرا برابر بھی تامل نہیں ہے۔ مجھے اس کی بڑی خوبی یہ نظر آئی کہ یہ فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہے۔'' (بینک آف انڈیا میں خطاب)

جان فاش: The vision of the Quran میں اعجازِ قرآن پر یوں گویا ہیں:

''قدیم عربی میں نازل شدہ قرآن خوبصورتی اور دلکشی کا حسین مرقع ہے۔ اس کا انداز بڑا جامع اور دلکش ہے۔ اس کے چھوٹے چھوٹے جملوں میں کہیں کہیں شاعری کے نادر نمونے ہیں۔ اس کا استدلال غضب کا ہے اور مسحر کرنے والی طاقت ہے۔ اس کے مفہوم کو بعینہٖ کسی

دوسری زبان میں ڈھالنا کٹھن کام ہے۔''

نپولین بوناپارٹ: نپولین بوناپارٹ اعجاز قرآن کا یوں معترف ہے:
''مجھے امید ہے کہ میں دنیا کے تمام دانا اور باشعور لوگوں کو اکٹھا کر کے قرآنی تعلیمات کی روشنی میں ایک لاثانی نظام قائم کروں گا کیونکہ قرآنی تعلیمات ہی انسان کو مسرتوں سے ہمکنار کر سکتی ہیں۔'' (بوناپارٹ اور اسلام)

ریورینڈ جے ایم راڈ ویل: یہ The Quran Page No:۱۵ میں لکھتے ہیں:
''قرآن اعلیٰ وارفع اخلاقی تعلیم سے پُر ہے، اس میں علم وآگہی کے جو نکات بیان کیے گئے ہیں۔ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ انہیں بنیاد بنا کر بڑے بڑے طاقتور ملک اور جلیل القدر سلطنتیں قائم کی جاسکتی ہیں۔ یہ معجزہ جات کسی دوسری کتاب میں نہیں ملتے۔''

ڈاکٹر مورنس: یہ فرانسیسی نژاد ہیں۔ قرآن کا اعجاز یوں بیان کرتے ہیں: ''اس کتاب کا ہر ہر حرف خداوند عالم کی عظمت کے ذکر سے لبریز ہے۔ قرآن علماء کے لیے ذخیرۂ لغات ہے۔ شعراء کے لیے مجموعہ اور حکمرانوں کے لیے دائرۃ المعارف کی حیثیت رکھتا ہے۔''

گوئٹے: اعجاز قرآن کا اعتراف کرتے ہوئے کہتا ہے:
''قرآن کی یہ حالت ہے کہ اس کی دلفریبی بتدریج فریفتہ کرتی ہے۔ پھر حیران کرتی ہے اور آخر ایک تحیر آمیز رقت ڈال دیتی ہے۔''

پروفیسر آر۔ اے۔ نکلسن: نکلسن کے مطابق اعجاز قرآن یہ ہے: ''قرآن کے اثر سے عربی زبان اسلامی ممالک کے متبرک زبان بن گئی ہے اور بڑی سے بڑی مغربی سلطنت کی تعلیم وحکمت سے قرآن کی تعلیم وحکمت برتر اور افضل ہے۔''

ڈاکٹر گبن: یہ وحدانیت کو اعجاز قرآن قرار دیتے ہیں: ''قرآن وحدانیت کا سب سے بڑا گواہ ہے۔ ایک موحد فلسفی اگر کوئی مذہب قبول کر سکتا ہے تو وہ اسلام ہے۔ سارے جہان میں قرآن کی نظیر نہیں ملتی۔ قرآن کی رسائی کو دریائے گنگا تک نے مان لیا ہے۔ ایسی شریعت کی مثال کہیں نہیں ملتی۔'' (انحطاط وزوال سلطنت روما جلد ۵ صفحہ ۵۰)

ڈاکٹر موریس: اعجاز قرآن ان کی زبانی سنیے:

’’مقاصد کی خوبی اور مطالب کی خوش اسلوبی دامن میں سموئے ہوئے قرآن تمام آسمانی کتابوں پر فائق ہے۔اس کی فصاحت و بلاغت کے سامنے دنیا جہاں کے انشاء پرداز۔ اور شاعر سر جھکاتے ہیں۔روم کے عیسائیوں کو، جو کہ ضلالت کی خندق میں گر پڑے تھے،کوئی چیز باہر نہیں نکال سکتی تھی بجز اس آواز کے جو غار حرا سے نکلی۔‘‘

پروفیسر اڑوارڈ: عظمت قرآن کے معترف ہیں۔انہیں سنیئے:’’یہ قرآن وہ کتاب ہے جس میں مسئلہ توحید ایسی پاکیزگی، جلال و جبروت اور کمال کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ اسلام کے سوا کسی اور مذہب میں اس کی مثال نہیں ملتی۔‘‘(اشاعت مذہب عیسوی اور اس کے مخالف مسلمان۔ صفحہ ۱۷۔۱۸ مطبوعہ پیرس ۱۸۹۰ عیسوی)

ڈبلیو نوگرو: اعجاز قرآن بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:’’قرآن آج بھی وہی ہے جو آج سے ۱۴۰۰ سال پہلے رسالت مآب (ﷺ) پر اترا تھا۔‘‘

مارگریٹ مارکس: اعجاز قرآن کے بارے میں یوں گویا ہے:

’’اگرچہ قرآن ایک عربی رسول محمد (ﷺ) پر اترا۔مگر اس کا پیغام عالمگیر ہے اور ہمہ گیر بھی۔جس میں تمام نسل انسانی کی رشد و ہدیت اور فلاح کے سامان موجود ہیں۔‘‘

ارنسٹ جے برملے: قرآن کے اعجاز و عظمت کے بھرپور قائل اور مدح خواں ہیں:

’’اسلامی لٹریچر اور قرآن کے مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مسلمان دنیا کی بہترین نعمت سے متمتع ہوتا ہے۔اسلام عالمگیر وسعت رکھتا ہے۔ابدی اور ازلی ہے۔مطہر اور الہامی ہے ورنہ ہرگز پھل پھول نہ سکتا تھا۔‘‘

قرآن مجید کی پیش گوئیاں

قرآن مجید کی پیشین گوئیاں حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئیں۔تاریخ کے اوراق صداقت پر مُہر ثبت کر رہے ہیں۔چند ایک درج ذیل ہیں:

رومیوں کا غلبہ

﴿ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۙ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۙ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ڛ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ۭ وَيَوْمَىِٕذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ ﴾ (۳۰/ الروم: ۲۔۴)

''رومی مغلوب ہو گئے ہیں نزدیک کی زمین پر اور وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آ جائیں گے۔چند سال میں ہی۔اس سے پہلے اور اس کے بعد بھی اختیار اللہ ہی کا ہے۔اس دن مسلمان بہت خوش ہوں گے۔''

رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں ایران اور روم دنیا کی دو بڑی طاقتیں تھیں۔امریکہ کے براعظم تو ابھی دریافت بھی نہیں ہوئے تھے۔ایرانی آگ کے پجاری تھے اور قریش مکہ کے پسندیدہ تھے۔رومی عیسائی یعنی اہل الکتاب تھے اس لیے مسلمانوں کی ہمدردیاں ان کے ساتھ تھیں۔شکست کے فوری بعد قرآن مجید کی یہ درجِ بالا آیات نازل ہوئیں جن میں رومیوں کی فتح کی بشارت دی گئی تھی۔حالات کے مطابق تو دور دور تک قرآنی بشارت کا ظہور ناممکن تھا۔جبکہ قرآن نے ''بِضْعِ سِنِيْنَ'' کا تعین بھی کر دیا۔ بِضْع کا لفظ تین سال سے لے کر دس سال سے کم وقت پر بولا جاتا ہے۔ابوجہل نے تو اس پر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے شرط بھی لگا لی۔قرآن کی پیشین گوئی کے مطابق رومی ۹ سال بعد جنگ میں فاتح رہے اور ابوجہل شرط ہار گیا۔

خندق کھودتے وقت شام، ایران اور یمن فتح ہونے کی پیش گوئی

قرآن نے اللہ کے رسول ﷺ کے بارے میں خبر دی ہے کہ آپ وحی الٰہی کے بغیر نہیں بولتے:

﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوحٰى ۝ ﴾ (۵۳/ النجم:۳۔۴)

''اور نہ وہ اپنی خواہش سے بات کہتے ہیں۔ وہ تو صرف وحی ہے جو اُتاری جاتی ہے۔''

غزوہ خندق میں کھدائی کے وقت ایک پتھریلی چٹان نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بے بس کر دیا۔ آپ ﷺ نیچے اترے تو کدال کی پہلی ضرب لگائی تو شام کی کنجیوں کے عطا ہونے کی بشارت دی۔ دوسری ضرب لگائی تو مدائن (ایران) کی بشارت دی جبکہ تیسری ضرب پر یمن کی کنجیوں کے عطا ہونے کی بشارت اور صنعا کے پھاٹک دیکھنے کا بتایا۔ صحابہ کا اس پر پختہ ایمان تھا۔ جبکہ منافقین طرح طرح کی باتیں بنا رہے تھے کہ دیکھو جی! اپنے دفاع کے لیے خندق کھودنے میں دُشواری کا سامنا ہے اور وعدے خوشخبریاں عظیم ممالک کے فتح ہونے کی دی جا رہی ہیں۔ دنیا نے دیکھ لیا اور تاریخ نے اسے اپنے دامن میں محفوظ کر لیا۔ یہ تمام علاقے خلافت راشدہ میں اسلامی مملکت کا حصہ بنے۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے شام، سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے ایران فتح کیا جبکہ یمن میں تو آپ ﷺ نے اپنا گورنر معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو بنا کر پند و نصائح سے روانہ کیا۔

قرآن مجید جیسا کلام کبھی نہیں بن سکتا

﴿ وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۖ وَادْعُوا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُونِ اللّٰهِ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِينَ ۝ فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖ أُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِينَ ۝ ﴾ (۲/ البقرۃ:۲۳۔۲۴)

''ہم نے جو کچھ اپنے بندے پر اُتارا ہے اس میں اگر تمہیں شک ہو اور تم سچے ہو تو اس جیسی ایک سورت تو بنا لاؤ۔ اللہ کے سوا اپنے مددگاروں کو بھی بلا لو۔ پس اگر تم

نے نہ کیا اور تم ہرگز نہیں کر سکتے۔ تو اس آگ سے بچو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔“

یہ قرآن کی صداقت کی اہم دلیل ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے روئے زمین کے اور تمام زمانوں کے کفار کو چیلنج دیا ہے۔ تا قیامت اس کا جواب دینے کی کفار میں ہمت کہاں؟

یہود کی ذلت ورسوائی کی پیش گوئی

﴿ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ ﴾ (۳/ اٰل عمرٰن:۱۲)

”کافروں سے کہہ دیجئے! کہ عنقریب مغلوب کیے جاؤ گے اور جہنم کی طرف جمع کیے جاؤ گے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔“

اس آیت کریمہ میں کفار سے مراد یہود ہیں۔ یہ پیش گوئی جلد پوری ہوگئی۔ چنانچہ یہودی قبائل بنوقینقاع اور بنونضیر جلا وطن کر دیے گئے جبکہ بنوقریظہ قتل ہوئے۔ خیبر فتح ہوگیا اور یہودی جزیہ گزار بن کے رہے۔ ان دنوں بھی کوئی مسلمان یہود اور اسرائیل کی دنیا پر مالی گرفت کو ان کی خوشحالی نہ سمجھے۔ اگر امریکہ پشت پناہی ختم کر دیتا ہے تو اسرائیل ایک مہینہ بھی اپنا وجود برقرار نہیں رکھ سکتا۔ یہود ڈرپوک لیکن انتہائی سازشی قوم ہے۔ اس کا مشاہدہ امریکہ اور مغربی ممالک میں جا کر کیا جا سکتا ہے۔ نہتے غلیل بردار فلسطینیوں سے اسرائیلیوں کا، جو جدید ترین گولہ بارود اور جدید ہتھیاروں سے مسلح ہیں، پتہ پانی ہو رہا ہے۔

یہود کے کرتوت

﴿ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ۭ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۣ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَاۗءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَاۗءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝ ﴾ (۳/ اٰل عمرٰن:۱۱۱تا۱۱۲)

”یہ تمہیں ستانے کے سوا اور زیادہ کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اگر لڑائی کا موقعہ

آ جائے تو پیٹھ موڑ لیں گے پھر مدد نہ کئے جائیں گے۔ان پر ہر جگہ ذلت کی مار پڑی۔ اِلّا یہ کہ اللہ کی یا لوگوں کی پناہ میں ہوں۔ یہ غضبِ الٰہی کے مستحق ہو گئے اور ان پر فقیری ڈال دی گئی۔ یہ اس لیے کہ یہ لوگ اللہ کی آیتوں سے کفر کرتے تھے اور بلا وجہ انبیاء کو قتل کرتے تھے۔ یہ ان کی نافرمانیوں اور زیادتیوں کا بدلہ ہے۔"

ستانے سے مراد زبانی بہتان بازی اور افتراء ہے۔تاہم میدانِ جنگ سے نو دو گیارہ ہو جائیں گے۔ دنیا میں ہر جگہ سے انہیں نکلنا پڑا۔ صلیبی جنگیں اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ جرمنی اور دیگر ممالک سے نکالے گئے۔ یہودیوں کی ذلت و مسکنت سے چھٹکارے کی دو ہی صورتیں ہیں۔ اسلام قبول کر کے اللہ کی پناہ میں آ جائیں۔ یا جزیہ ادا کریں۔ دوسری صورت کسی غیر اسلامی مملکت کی پناہ میں آ جائیں۔ جیسا کہ اسرائیل امریکہ کی پناہ میں اس کا بغل بچہ بنا ہوا ہے۔

مسلمانوں کو اللہ کی نصیحت

﴿ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾

(۳/ آل عمرٰن:۱۳۹)

"تم نہ سستی کرو اور نہ غمگین ہو۔تم ہی غالب رہو گے۔ اگر تم ایماندار رہو۔"

چنانچہ جنگ احد میں حدیث رسول ﷺ کی تاویل سے شکست کے بعد پھر ہر جنگ میں مسلمان کامیاب ہی رہے۔تاریخ شاہد ہے۔

دشمن پر رعب

﴿ سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ ﴾ (۳/ آل عمرٰن:۱۵۱)

"ہم عنقریب کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے اس وجہ سے کہ یہ اللہ کے ساتھ اس چیز کو شریک کرتے ہیں جس کی اللہ نے کوئی دلیل نہیں اتاری۔"

غزوہ احد میں جب درّہ پر متعین مسلمانوں کے پچاس تیر اندازوں میں سے چالیس نے

حدیث رسول ﷺ کی تاویل کی اور پوسٹ چھوڑ کر نیچے آ گئے (اگر چہ اللہ نے انہیں قرآن میں معاف کر دیا تھا) اس کے نتیجے میں مسلمانوں کی فتح شکست میں بدل گئی۔ نبی ﷺ خود بھی شدید زخمی ہوئے۔ ستر صحابہ کرام شہید ہوئے۔ ابوسفیان نے مدینہ سے چند میل سفر کے بعد مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لیے پھر مدینہ پر حملہ آور ہونا چاہا۔ لیکن اللہ نے اس کے دل میں آپ ﷺ کا رعب ڈال دیا۔ وہ ایسا نہ کر سکا۔ تاریخ شاہد ہے کہ یہی رعب مسلمانوں کا بھی غیر مسلموں پر ہے اور اب بھی ہے اسی لیے یہود و ہنود اور نصاریٰ مسلمانوں سے (جو باشریعت اور موحد ہیں) لرزاں ہیں۔ اس کا مشاہدہ امریکہ اور یورپ میں ہر جگہ کیا جا سکتا ہے۔ یہود کے معبدوں کی چھتیں لاتعداد کیمروں کی تنصیب سے مزین ہیں۔ یہ مسلمانوں کا خوف ہی تو ہے جو مشرکین کے دلوں میں سمایا ہوا ہے۔ بہت سے مسلمان چونکہ آج خود شرک میں مبتلا ہیں اس لیے کفار کے رعب سے ان کی ہر دم گھگی بندھ رہی ہے۔

قرآن کی حفاظت کا ذمہ

﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۝۹ ﴾ (۱۵/ الحجر:۹)

''ہم نے ہی اس قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔''

قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری رحمہ اللہ ''رحمۃ للعالمین'' حصہ سوم میں لکھتے ہیں کہ اس بات کی سمجھ اس وقت آتی ہے جب صحف سابقہ کا تھوڑا سا حال معلوم ہو جائے۔

(ا) تورات موسیٰ علیہ السلام کی خمیر مایہ وہ دو الواح تھیں جو آپ کو کوہِ طور پر لکھی لکھائی دی گئی تھیں۔ یہ دو الواح اسی وقت ٹوٹ پھوٹ گئی تھیں جب موسیٰ علیہ السلام نے میدان میں آ کر لشکر کو گائے کے بچھڑے کی پوجا میں مصروف پایا۔ کلیم اللہ غیرت ایمانی سے بے تاب ہو گئے۔ لوحیں پھینک دیں اور بھائی کو جا پکڑا۔

اس واقعہ کے بعد یہ احکام عشرہ اور دیگر احکام شریعت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں لکھے گئے اور عہد کے صندوق میں رکھے گئے (استثناء: ۲۵) یہی ایک نسخہ تھا جس کی بابت توقع کی جا سکتی تھی کہ داؤد علیہ السلام کے عہد تک خیمہ عبادت میں بحفاظت موجود رہا۔ لیکن سلاطین اول باب ۸ سے واضح ہے کہ جب عہد کا صندوق خیمہ عبادت سے ہیکل سلیمانی میں لایا گیا تو پتھر کی دو شکستہ

لوحوں کے علاوہ صندوق میں کچھ نہ تھا۔ اگر ہم بلا سند یہ فرض کر لیں کہ سلیمان علیہ السلام نے کسی طرح تورات کی شریعت کو جمع کر لیا ہوگا۔ لیکن یہ مسلمہ ہے کہ ہیکل میں جو نسخہ بھی موجود تھا اسے بخت نصر نے ہیکل کے ساتھ ہی جلا ڈالا تھا۔ یہ سانحہ ۵۸۶ ق م میں ہوا تھا۔

دارا شاہ ایران کے عہد میں زرو بابل وغیرہ سرداران بنی اسرائیل نے ہیکل کو از سرِ نو تعمیر کیا۔ کتاب کی بھی تلاش ہوئی مگر نہ ملی (کتاب عزیز) عزیز نے اپنی یادداشت اور حجی و زکریا کی امداد سے پھر کتاب کو تیار کیا۔ جسے یہودی تورات کہتے ہیں۔ (اسی کا ترجمہ یونانی زبان میں ابن توکس کے حکم سے ہوا۔) یہ واقعہ ۳۰۰ ق م کا ہے۔ پھر ابن توکس چہارم کے دور میں جب یہ بادشاہ مصر پر حملہ آور ہوا۔ اس کے سپہ سالار نے اس نسخہ کو اور ہیکل کو جلا ڈالا۔ یہودیوں کی تمام کتابوں کی تلاش کی گئی اور سب کو جلا دیا گیا اور یہودیوں کو بت پرستی کا حکم دیا گیا۔ یہ واقعہ ۱۶۶ ق م کا ہے۔ ایک بوڑھا کاہن اپنے تین بیٹوں کے ساتھ جان بچا کر اپنے وطن شہر مودن بھاگ گیا تھا۔ اس کے فرزند مقابیس نے ایک کتاب دو جلدوں میں لکھی جو اسی کے نام سے مشہور ہے اور چند یہودی فرقے اسے اسلامی کتاب مانتے ہیں۔ جبکہ اصلی کتاب کے الفاظ رہنے کی کوئی بھی اصلیت نظر نہیں آتی۔

(ب) انجیل کے نام سے عیسائیوں میں چار کتابیں مشہور ہیں:

(۱) انجیل متی (۲) انجیل مرقس (۳) انجیل لوقا (۴) انجیل یوحنا۔

انجیل متی سب سے پہلے عبرانی زبان اور شہر یہود (ملک شام) میں لکھی گئی۔ لیکن اس کا عبرانی نسخہ دنیا سے ناپید ہے۔ اس کا ایک ترجمہ یونانی زبان میں ملتا ہے۔ کوئی عیسائی پادری نہیں بتا سکتا ہے کہ یہ ترجمہ کس نے اور کب کیا۔ شارح انجیل نورٹن نے بمقابلہ لوقا صحیح تسلیم نہیں کیا۔ بلکہ اقرار کیا ہے کہ اس کے باب اول اور دوم اصل مصنف کے لکھے ہوئے ہیں۔

(کتاب الاسناد صفحہ ۵۳ نسخہ مطبوعہ ۱۸۳۷ء)

لُوقا مصنف انجیل پولوس کا شاگرد ہے۔ اس نے مسیح کو نہیں دیکھا۔ اس کے استاد نے مسیح علیہ السلام کی ان کی زندگی میں مخالفت ہی کی۔ لوقا نے اپنی انجیل انطاکیہ شہر میں یونانی زبان میں لکھی۔ لوقا نے اپنی انجیل کے شروع میں تحریر کیا ہے کہ وہ واقعات کو صحت کے بعد تحریر کرتا

ہے، بزرگوار لوقا کے اس اعلان کے بعد یہ امید کرنا بالکل درست تھا کہ واقعات مندرجہ انجیل لوقا ضرور صحیح ہوں گے۔ لیکن انجیل کا وہی شارح نورٹن لکھتا ہے: ''جن اعجازی باتوں کو لوقا نے لکھا ہے ان میں جھوٹی روایات بھی شامل کی گئی ہیں اور اس کے لکھنے والے نے شاعرانہ مبالغہ سے اندراج کیا ہے اور اس زمانہ میں سچ کو جھوٹ سے علیحدہ کرنا مشکل ہے۔''

(کتاب الاسناد، صفحہ:٦١)

مرقس شمعون پطرس کا شاگرد ہے اس نے بھی اپنی انجیل یونانی زبان میں اطالیہ میں ہی لکھی۔ مرقس اور لوقا کے مضامین میں اختلاف بہت ہے۔

یوحنا بن سندائی کی انجیل غالباً بلحاظ سن تصنیف سب سے آخری ہے۔ اس نے بھی انجیل یونانی میں میں ہی لکھی۔ کہا جاتا کہ یہ مسیح علیہ السلام کا شاگرد تھا۔ لیکن اس کی تصنیف میں یونانیوں کے قدیم عقیدہ کا بہت اثر شامل ہے۔

تمام عیسائیوں کا اس عقیدہ پر اجماع ہے کہ اناجیل اربعہ میں سے کوئی انجیل بھی مسیح علیہ السلام پر منجانب اللہ نازل شدہ نہیں بلکہ یہ کتابیں انہی مصنفین کی تصانیف ہیں۔ آدم کلارک، نورٹن اور ہارون صاحب انجیل کے مشہور شارح ہیں۔ تینوں کا متفقہ قول ہے کہ تطبیق کی کوئی صورت موجود نہیں۔

پادری فرنچ کا اقرار ہے کہ ان انجیلوں کی چار پانچ آیتوں میں بھی تحریف ہوئی ہے اور کہتا ہے کہ ان میں چھوٹی بڑی تیس ہزار غلطیاں ہیں۔

چاروں انجیلوں کا مجموعہ ایک سو صفحات سے زیادہ نہیں۔ ایک سو صفحات میں جب ۳۰۰۰۰ غلطیاں موجود ہیں تو ایسی کتاب کے محفوظ رہنے کا خیال بعید از قیاس ہے۔

قرآن مجید کا ایک ایک حرف ملک چین میں وہی ہے جو مراکش میں ہے۔ جب کہ قرآن کا نازل کرنے والا اپنے رسول سے یوں مخاطب ہے:

﴿ وَلَا تَخُطُّهٗ بِیَمِیْنِكَ ﴾ (۲۹/ العنکبوت:٤٨)

''آپ اپنے داہنے ہاتھ سے لکھتے نہ تھے۔''

ان گنت لوگ قرآن کے حافظ ہیں، اس کے تمام علوم ورموز سے آگاہ ہیں۔ یہود فتنہ

پرداز قوم ہے۔ اس نے چند سال قبل قرآن کے مقابلے میں جعلی قرآن بنام ''فرقان الحق'' شائع کیا ہے۔ جس کی سورتیں یہود کے خبث باطن اور اللہ تعالیٰ سے بغاوت کا برملا اعلان کر رہی ہیں۔ ذی فہم انسان فوراً پہچان لیتا ہے کہ ''فرقان الحق'' ایک شیطانی پلندہ ہے۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن   پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

دنیا کی حکمرانی کا وعدہ

﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْــــًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ ﴾ (٢٤/ النور:٥٥۔٥٦)

''تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے ہیں۔ اللہ وعدہ کر چکا ہے کہ انہیں ضرور ملک کا خلیفہ بنائے گا۔ جیسے ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو اُن سے پہلے تھے اور یقیناً ان کے لیے ان کے اس دین (اسلام) کو مضبوطی کے ساتھ محکم کر کے جما دے گا۔ جسے ان کے لیے وہ پسند کر چکا ہے اور ان کے اس خوف وخطرے کو امن وامان میں بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ اس کے بعد جو لوگ ناشکری اور کفر کریں وہ یقیناً فاسق ہیں۔ نماز کی پابندی کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کے رسول کی فرمانبرداری میں لگے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔''

یہ دنیا کی حکومت کا وعدہ عہد نبوی میں پورا ہو گیا تھا۔ جبکہ پورے جنوبی برصغیر پاک وہند جتنا علاقہ اسلامی قلمرو میں تھا۔ (کتب تاریخ) خلفائے راشدین کے زریں عہد میں اس میں بہت زیادہ اضافہ ہوا۔ خصوصاً عہد فاروقی میں اور عہد عثمانی میں۔ بعدازآں یہ عمل جاری ساری رہا۔ جیسا کہ قرآن کا یہ وعدہ ایمان اور عمل صالح سے مشروط ہے۔ امن وامان کی حالت اس حدیث مبارکہ کا منہ بولتا ثبوت تھی:

''اللہ نے میرے لیے زمین سکیڑ دی۔ پس میں نے اس کے مشرقی اور مغربی حصے دیکھے۔ عنقریب میری امت کا دائرہ اقتدار وہاں تک پہنچے گا۔ جہاں تک میرے لیے زمین سکیڑ دی گئی۔''

(مسلم، الفتن، هلاك هذه الامة بعضهم ببعض، ح:۲۸۸۹؛ ابوداود، ح:۴۲۵۲)

ایران و شام، مصر و افریقہ، اندلس، بخارا و سمرقند تک کے ممالک اسلامی حکومت میں داخل ہو گئے۔ کفر و شرک کے ایوانوں میں توحید باری تعالیٰ اور رسالتِ محمدی کے ترانے گونجنے لگے۔ جب مسلمانوں نے اس قرآنی وعدہ سے روگردانی کی۔ تو یہ عزت ذلت میں تبدیل کر دی گئی۔ امن و استحکام کو خوف و ہراس میں بدل دیا گیا۔ آج بھی مسلمانوں کی کثیر تعداد شرک کی مرض میں مبتلا ہے۔ دنیا میں بہترین علاقوں کے حکمران ہوتے ہوئے ایک تہائی دنیاوی وسائل رکھتے ہوئے اور افرادی قوت میں برتری رکھتے ہوئے۔ یہود و نصاریٰ کے حکم کے تابع ہیں۔ ان کا ہر حکم بلا چوں چراں تسلیم کر لیتے ہیں۔ سرمایہ مسلمانوں کا لیکن بینک یہود و نصاریٰ کے۔

ہمارے سرمایہ سے ہمیں قرض دیا جا رہا ہے اور وہ بھی بھاری سُودی اقساط پر۔ یہ اس لیے ہے کہ کوئی قوم اللہ تعالیٰ کی لاڈلی نہیں ہے۔ جو مرضی کرے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی نوازشات بھی برقرار ہیں۔ جب رب کے فرامین سے ناطہ توڑ کر شیاطین سے رشتہ جوڑا ہے تو ذلت و خواری تو مقدر رہے گی۔

دین کی مدد اللہ کی نصرت کا پیش خیمہ ہے

﴿يَآأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوٓا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ﴾

(٤٧/ محمد:٧)

''ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔''

اللہ اپنے دین کی مدد اپنے بندوں کے ذریعے سے ہی کرتا ہے۔ جو مومن بندے اللہ کے دین کی حفاظت اور تبلیغ میں لگے رہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرتا ہے۔ انہیں کافروں پر

فتح ونصرت عطا کرتا ہے۔غزوہ بدر اور غزوہ خندق اس آیت کریمہ کے ترجمان ہیں۔ بدر میں ملائکہ سے مدد آئی جبکہ خندق میں ہواؤں سے مدد کی گئی۔ان غزوات میں کفار بے نیل ومرام واپس گئے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور قرون اُولیٰ کے مسلمان ہمارے لیے نشانِ راہ ہیں۔قرآن مجید میں دوسری جگہ اللہ کریم فرماتا ہے:

﴿ وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ ﴾ (۲۲/ الحج: ٤٠)

''جو اللہ کی مدد کرے گا اللہ اس کی ضرور مدد کرے گا۔''

فتح مبین کی خوشخبری

﴿ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝ ﴾ (٤٨/ الفتح: ١)

''بے شک (اے نبی) ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی ہے۔''

چھ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چودہ سو صحابہ کرام کے ساتھ عمرہ کرنے مکہ روانہ ہوئے۔ مکہ کے قریب حدیبیہ کے مقام پر کافروں نے روک لیا اور عمرہ نہ کرنے دیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنا نمائندہ بنا کر معاملہ سلجھانے کے لیے مکہ روانہ کیا۔ کچھ وقت بعد عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی افواہ مسلم کیمپ میں گردش کرنے لگی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادتِ عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لیے صحابہ کرام سے بیعت لی۔ جو بیعتِ رضوان کے نام سے تاریخ کی زینت بنی۔ یہ افواہ غلط ثابت ہوئی۔لیکن قریش مکہ نے اپنی اَنا کی تسکین کی خاطر مسلمانوں کو عمرہ کی اجازت نہ دی۔ معاہدہ طے پایا اور مسلمان آئندہ سال عمرہ کے وعدہ پر واپس لوٹے، لیکن واپسی سے قبل سر منڈوائے، قربانیاں کیں اور احرام کھول دیے۔ کفار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین معاہدہ ہوا۔کفار نے پہلے ہی جملے پر اعتراض جڑ دیا کہ محمد رسول اللہ نہیں محمد بن عبداللہ لکھا جائے۔ اگر ہم آپ کو رسول اللہ مان لیں تو پھر جھگڑا کس بات کا! مسلمانوں کے لیے یہ بات اہانت آمیز تھی تاہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے از خود ''رسول اللہ'' کے الفاظ مٹا دیے۔کور باطن کفار یہ نہ جان سکے کہ تمہارے نہ ماننے سے کیا فرق پڑ جائے گا؟ پہلی شق جو معاہدہ میں درج کی گئی وہ یہ تھی کہ جو مسلمان مکہ سے بھاگ کر مدینہ جائے گا اسے فوراً قریش مکہ کے حوالے کیا جائے گا۔ لیکن جو مسلمان مدینہ سے مکہ میں قریش کے پاس آئے گا۔ قریش اسے واپس نہیں کریں

گے۔ بظاہر یہ شرط بھی انتہائی ذلت آمیز تھی۔ اس شرط کی ابھی لکھائی نہیں ہوئی تھی کہ ابوجندل رضی اللہ عنہ بیڑیوں میں ہی رسول اللہ ﷺ کے پاس کسی نہ کسی طریقہ سے پہنچ گئے اور کفار مکہ کے مظالم بیان کر کے التجا کی کہ مجھے اپنے ساتھ مدینہ لے چلیے۔ اس پر کفار کا نمائندہ بہت بگڑا کہ یہ نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اصولی طور پر معاہدہ ہو چکا ہے۔ اس نمائندے نے آپ ﷺ کی سفارش کو بھی ٹھکرا دیا۔ تاہم آپ ﷺ نے معاہدے کی پاسداری میں ابوجندل رضی اللہ عنہ کو ڈھیروں دعاؤں سے مکہ واپس کر دیا۔ (صلح حدیبیہ کی تفصیلات کے لیے دیکھیے، بخاری، ح: ۱۶۹۴، ۱۶۹۵، ۲۷۳۱، ۲۷۳۲) ان حالات میں مدینہ جاتے ہوئے راستے میں اس سورت کا نزول ہوا۔ جو ایمان سے عاری لوگوں کے لیے دیوانے کی بڑ تھی۔ تاہم اس معاہدے کے دو سال بعد ہی مسلمان فاتحانہ طور پر مکہ میں داخل ہو گئے۔ قریش مکہ کی یہ حالت تھی: ''کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔''

قرآن کا جمع کرنا اللہ نے اپنے ذمہ لیا ہے

﴿اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۝ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝﴾ (۷۵/ القیٰمۃ: ۱۷۔۱۹)

''اس کا جمع کرانا اور (آپ کی زبان سے) پڑھانا ہمارے ذمہ ہے۔ جب ہم اسے پڑھ لیں تو آپ اس کے پڑھنے کی پیروی کریں۔ پھر اس کی وضاحت بھی ہمارے ذمہ ہے۔''

یعنی آپ کے سینے میں اس کا جمع کر دینا (حفظ) اور آپ کی زبان پر اس کی قراءت کو جاری کر دینا ہماری ذمہ داری ہے تاکہ اس کا کوئی حصہ آپ کی یادداشت سے نہ نکلے اور آپ کے ذہن سے محو نہ ہو جائے۔ یعنی فرشتے (جبرائیل علیہ السلام) کے ذریعہ سے جب ہم اس کی قراءت آپ پر پوری کر لیں تو آپ پھر پڑھیں۔ یعنی اس کے شرائع و احکام لوگوں کو پڑھ کر سنائیں اور ان (شرائع و احکام) کی اتباع بھی کریں۔ پھر اس کے مشکل مقامات کی تفصیل اور حلال و حرام کی وضاحت بھی ہمارے ذمہ ہے۔ اس کا واضح مطلب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید کے مجملات کی جو تفصیل، مبہمات کی توضیح اور اس کے عمومات کی جو تخصیص بیان کی

ہے اسے حدیث کہا جاتا ہے۔ یہ بھی اللہ کی طرف سے الہام اور سمجھائی ہوئی باتیں ہیں۔ اس لیے انہیں بھی قرآن کی طرح ماننا لازمی وضروری ہے۔

امت مسلمہ میں بھی قرآن کے حافظ ہوں گے

﴿ بَلْ هُوَ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ فِیْ صُدُوْرِ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ ﴾ (۲۹/ العنکبوت:۴۹)

''بلکہ یہ (قرآن) تو روشن آیتیں ہیں جو اہل علم کے سینوں میں محفوظ ہیں۔''

قرآن مجید لفظ بہ لفظ سینے میں محفوظ ہو جاتا ہے۔ یہ قرآن ہی کا اعجاز ہے۔ قرآن مجید سے پہلے ساری کتاب کو حفظ کر لینا ایک انہونی بات تھی۔

قرآن مجید کا لفظ بہ لفظ معہ اعراب حفظ ہونا اس کے منزل من اللہ ہونے کی ایک دلیل ہے۔ حافظ قرآن کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ جو اِس صحت اور اتقان اور یقین واثق کے ساتھ تلاوت قرآن کرتے ہیں۔ ان کی قراءت سے مطبوعہ کتابت کی تصحیح کی جاتی ہے۔ اگر کسی حافظ کو اپنے پڑھنے میں کہیں شبہ پڑے تو اس کی صحت دوسرے حفاظ سے جا کر کر لے گا۔ تمام دنیا میں اس کی نظیر لانے سے عاجز ہے۔ دیکھا آپ نے اللہ نے قرآن کی حفاظت کے کیسے کیسے پیارے انتظامات کئے ہیں۔

قرآن مجید آسان ہے

﴿ وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ ۝ ﴾ (۵۴/ القمر:۱۷)

''اور بے شک ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا ہے۔''

جب مسلمانوں نے اپنے قرآن کو ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں دنیا کی تمام قوموں اور ملکوں کو حفظ کر کے سنانا شروع کیا تو پھر مقابلتاً ہی دوسری اقوام و مذاہب میں بھی حفظ کی آرزو پیدا ہونی ضروری تھی کہ وہ بھی اپنی مذہبی کتاب حفظ کر لیتے۔ اس لیے کہ اب تو ان کے سامنے مسلمان بطور نمونہ موجود تھے۔ مگر کوئی بھی ایسا نہ نکلا۔ نہ یہودی، نہ عیسائی، نہ پارسی، نہ ہندو اور نہ کوئی اور۔ یہ خصوصیت اور اعجاز صرف اللہ نے قرآن کے لیے ہی خاص کیا ہے۔ یہ ہے قدرت کی زبردست طاقت اور یہی فطرت انسانی کا اصل مقصد اور راز۔ جس کے مقابلہ سے دیگر مذاہب ہاتھ کھڑے کیے ہوئے ہیں۔ یہ قرآن کی عظمت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

قرآن مجید کی اشاعت میں ترقی ہوگی

﴿ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۝ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۝ ﴾ (٥٢/ الطور:٢-٣)

''قسم ہے لکھی ہوئی کتاب کی جو کھلے اوراق میں ہے۔''

رق کے معنی وہ باریک چمڑا جس پر لکھا جاتا ہے۔ مسطور کے معنی پھیلا ہوا یا کھلا ہوا۔ اس آیت مبارکہ میں قرآن کو کتاب بھی فرمایا۔ مسطور بھی کہا گیا اور پھر منشور بھی۔ نشر کے معنی میں بسط اور امتداد شامل ہیں۔ اسے آج اشاعت کہا جاتا ہے۔

قرآن کے سامنے باطل نہیں ٹھہر سکتا

﴿ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۭ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ۝ ﴾ (٤١/ حم السجدة:٤٢)

''اس کے پاس باطل پھٹک بھی نہیں سکتا نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے۔ یہ (اللہ) حکمتوں والے خوبیوں والے کی نازل کردہ ہے۔''

سامنے سے باطل کا مطلب کمی اور پیچھے سے باطل کا مطلب زیادتی۔ یعنی یہ قرآن ہر قسم کی کمی وبیشی (تحریف) سے محفوظ ہے۔ یہ اللہ کا اتارا ہوا مقدس کلام ہے۔ وہ اللہ جو حمید یعنی محمود ہے۔ یا وہ جن باتوں کا حکم دیتا ہے اور جن سے منع فرماتا ہے وہ سب کے سب انجام و انتہا اور اغراض ومقاصد کے اعتبار سے محمود ہیں۔ یعنی اچھی اور مفید ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

قرآن اور سائنسی ایجادات

موجودہ سائنس نے اسلامی اداروں میں ہی جنم لیا ہے۔قرآن مجید اللہ کا کلام اور کائنات اللہ کی تخلیق ہے۔سائنس کائنات کے علم کا نام ہے۔

سائنس کی تعلیم سے تجزیے کی صلاحیت پروان چڑھتی ہے۔ہم کائنات کے مطالعہ سے کائنات کے خالق تک پہنچ جاتے ہیں۔قرآن نے ٹیکنالوجی کی تعلیم ان الفاظ میں دی ہے:

﴿ وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ ﴾ (۸/ الانفال:۶۰)

''اور تم ان کے مقابلے کے لیے اپنی طاقت بھر تیاری کر رکھو اور ہر قسم کی قوت اور بندھے ہوئے گھوڑے تاکہ اس سے تم اللہ کے دشمنوں کو خوف زدہ رکھ سکو۔''

اسلام اور سائنس میں ہم آہنگی ہے،کاش کہ ہم اسے سمجھیں اور فائدہ اٹھائیں۔

قرآن مجید ایسے دور میں نازل ہوا جب انسان فطرت کے بارے بہت ہی کم جانتا تھا۔ آج کی دنیا میں بے شمار نئی معلومات حاصل ہو چکی ہیں۔ڈیڑھ ہزار سال پہلے کا کوئی انسانی کلام تو اتنا مستند نہیں ہو سکتا جو مکمل اور درست ہو۔یہ صفات تو اللہ کے کلام کو ہی حاصل ہیں۔ فرانسیسی سکالر ڈاکٹر موریس بوکائیے نے عربی زبان پڑھنے کے بعد قرآن مجید پڑھا تو وہ اپنی مشہور و معروف تصنیف 'بائبل،قرآن اور سائنس' میں لکھتا ہے:''قرآن مجید میں مجھے ایک بھی ایسا بیان نہیں ملا جس پر جدید سائنسی نقطہ نظر سے حرف گیری کی جا سکے۔یہ قرآن کا اعجاز ہے۔''کہ اس نے علمی ترقی سے بہت پہلے کے زمانے کی طرح کی چیزوں پر کلام کیا۔جو بعد کے انکشافات کا مکمل احاطہ ہے۔''

آسمان وزمین کی پیدائش پر غور وفکر کی دعوت

﴿ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي

الْاَلْبَابِ﴿۱۹۰﴾ (۳/ آل عمران: ۱۹۰)

''آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات دن کے بدلنے میں یقیناً عقل مندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔''

زمین و آسمان کی پیدائش۔ان کی مخلوقات کی پیدائش۔زمین کی معدنیات کی پیدائش۔یہ ساری چیزیں توجہ مانگتی ہیں۔ جب تک مسلمان تحقیق کے میدان میں چھائے رہے تو دنیا کے لوگ ان کے پاس علم حاصل کرنے آتے رہے اور مسلمان دنیا کے حکمران رہے۔جیسے ہی مسلمانوں نے اللہ کی باتوں سے منہ موڑا اور سہل نگاری سے ناطہ جوڑا تب سے ذلت ورسوائی کا لبادہ اوڑھا۔

آسمان اور زمین کے گول ہونے کا ثبوت

علامہ ریاض حسین نوری کہتے ہیں: امام ابن تیمیہ سے سوال کیا گیا کہ ہمیں اس سوال کا صحیح جواب بتائیں کہ آسمان اور زمین گول ہیں یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا: ''مسلمان علماء کے نزدیک اس پر اجماع ہے کہ آسمان گول ہیں۔علماء اس پر کتاب وسنت اور صحابہ تابعین کے اقوال سے دلائل سماعیہ بیان کرتے ہیں۔'' (مجموع فتاوٰی ۶/ ۵۸۶)

دوسرے مقام پر لکھا: ''اسی طرح اس بات پر بھی اجماع ہے کہ زمین اپنی تمام حرکات کے ساتھ خشکی اور سمندر پر مشتمل ایک کرہ (گیند) کے مانند گول شکل کی ہے۔'' (حوالہ ایضاً)

اہم بات یہ ہے کہ یہاں امام صاحب نے زمین کی مختلف حرکات کا ذکر کیا ہے جو وہ خشکی اور تری کو ساتھ لیے کر رہی ہے۔جدید دور کے مشہور تین ماہرین نفسیات نے لکھا ہے کہ کیڑے مکوڑوں کا نظم دیکھ کر انسان یہ سوچنے لگتا ہے کہ یہ کیڑے انسانوں سے زیادہ ذہین ہیں۔ (ترنگ ماڈرن مین ان سرچ آف اے سول: ۲۱۴)

روسی سائنس دانوں کی تحقیق کے مطابق شہد کی مکھیوں، بھڑوں اور مکھیوں میں ایک قدرتی قطب نما ہوتا ہے جس سے وہ اپنا راستہ تلاش کرتی ہیں۔

انسان اپنے شہر ایئر کنڈیشنڈ نہیں کر سکا۔مگر شہد کی مکھی کا چھتہ ایئر کنڈیشنڈ ہوتا ہے۔

شہد کی مکھیاں غیر الٹرا وائلٹ روشنی کی مدد سے بادلوں میں سے بھی دیکھ سکتی ہیں۔

انسان کی پیدائش سے لاکھوں سال قبل سے چیونٹیاں اپنی خوراک کا اینٹی بایونکس سے تحفظ کر رہی ہیں۔

پنسلین کا علم اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی رحمت سے حادثاتی طور پر عطا کر دیا اور آج یہی انٹی بائیونک ادویات ساری دنیا میں مریضوں کی شفا کا ذریعہ بن رہی ہیں۔

اللہ ہی نے بعض جراثیم کو دہی بنانے پر لگا دیا اور بعض کو سرکہ بنانے پر لگا دیا۔ کچھ کو انسان کے معدہ میں غذا کو ہضم کرنے پر مامور کر دیا۔ وغیرہ وغیرہ، اس لیے کہ وہ رب العالمین ہے۔

اب دیکھیے۔ انسان کا معدہ گوشت کا بنا ہوا ہے۔ اس میں گوشت ہضم ہوتا ہے۔ اوجڑی بھی ہضم ہوجاتی ہے مگر خود معدے کو آنچ تک نہیں آتی۔ ﴿فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾ ''تم اللہ کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟''

خون تمام بدن میں گردش کرتا ہے۔ ہمارے نبی ﷺ نے تقریباً ۱۴۳۳ سال پہلے اپنی امت کو بتا دیا تھا کہ ''شیطان انسان کے جسم میں ایسے ہی گردش کرتا جیسے بدن میں خون گردش کرتا ہے۔'' (بخاري، الاعتكاف، هل يخرج المعتكف لحوائجه الى باب المسجد؟، ح: ۲۰۳۵؛ مسلم، ح: ۲۱۷۵)

ظاہر ہے کہ عام صحابہ کرام بھی اس حقیقت سے واقف تھے کہ خون جسم میں گردش کرتا ہے۔ کوئی جامد چیز نہیں۔ جبھی تو وہ اس بات پر حیران نہیں ہوئے۔

زمین کے عجائبات پر غور کا قرآنی حکم

زمین (جیالوجی وغیرہ) سے متعلق درجِ ذیل آیت پر غور کریں:

﴿وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ﴾ (۵۱/ الذاريات: ۲۰)

زمین میں پہاڑ کو دیکھیے خود زمین کو دیکھیں (اس کی گولائی کی صفت) سمندروں، درختوں، پھلوں اور دیگر مختلف قسم کے نباتات وغیرہ اللہ تعالیٰ کی کروڑوں قسم کی مخلوقات کو دیکھیں۔ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی قدرتِ مسحور کُن اور اس کی وحدانیت پر دلالت کرتی ہے۔

انسانوں کے لیے مفت عطیات

یوں تو ہوا کی آکسیجن ہمیں مفت ملتی ہے اور پانی بھی۔ لیکن سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ

دنیا میں کچھ مفت نہیں ملتا۔ نباتات اور پھلوں پھولوں میں جو اللہ کا مقرر کردہ لقاح کا عمل ہے جو ہواؤں اور کیڑوں کے ذریعے ہوتا ہے اس کی قیمت کھربوں ڈالر سے بڑھ کر ہے۔

﴿ وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا ﴾ (۱۴/ ابراھیم: ۳۴)

''اگر تم اللہ کی نعمتیں گننا چاہو تو تم شمار نہیں کر سکتے۔''

کینچوے کا حیرت انگیز کردار

کینچوے کو عام لوگ ایک بیکار سا کیڑا سمجھتے ہیں۔ مگر یہ کیڑا زمین میں گہری نالیاں بنا کر زمین کو قابل زراعت بنانے کا عظیم کردار ادا کرتا ہے۔ ﴿ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴾

سائنس دان کہتے ہیں کہ ایک ایکڑ زمین میں مختلف قسم کے کئی بلین حشرات الارض ہوتے ہیں جو انسان کی خدمت کرتے ہیں۔ صرف کینچوے ہی ایک ایکڑ میں ایک ملین کی تعداد میں ہوتے ہیں۔ محض بیکار مٹی جیسی کہیں کوئی چیز نہیں ہے۔ چیونٹیوں کی خدمت اپنی جگہ ایک بہت بڑا سائنسی عجوبہ ہے۔

سورج اور قرآن

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ﴾ (۲۱/ الانبیاء: ۳۳)

''وہی ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو پیدا کیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے آسمان میں تیرتا پھرتا ہے۔''

دور جدید کے آلات کے استعمال اور مشاہدات نے یہ ثبوت فراہم کر دیے ہیں: ''کہ سورج کے داغ پچیس دنوں میں ایک بار حرکت کرتے ہیں۔ یہی اس کا اپنے مدار کے گرد گھومنا ہے۔ قرآن نے بہت پہلے یہ اطلاع فراہم کر دی تھی:

﴿ وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ﴾ (۳۶/ یٰس: ۳۸)

''اور سورج کے لیے جو راہ مقرر ہے وہ اسی پر چلتا رہتا ہے۔''

پندرھویں صدی تک سائنسی معلومات کہہ رہی تھیں کہ سورج ساکن ہے لیکن بعد میں

ماہر فلکیات ولیم ہرشل تھامس نے تحقیق سے ثابت کیا کہ ''سورج خلا میں سفر کر رہا ہے۔''
قرآن نے تو صدیوں پہلے یہ بات بتادی تھی۔

نئی دہلی کے اخبار کا انکشاف

۱۰ دسمبر ۱۹۸۴ء ٹائمز آف انڈیا نے یہ خبر شائع کی کہ جینیاتی ارتقاء میں قرآن جدید سائنس پر سبقت لے گیا۔ Quran Scores over Modern Sciences

شہد کی مکھی کا تذکرہ قرآن میں

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ ۝ ثُمَّ كُلِیْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِیْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ یَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ ﴾ (١٦/ النحل:٦٨-٦٩)

''آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈال دی ہے کہ پہاڑوں میں درختوں اور لوگوں کی بنائی ہوئی اونچی اونچی عمارتوں میں اپنے گھر (شہد کے چھتے) بنا اور ہر طرح کے میوے کھا اور اپنے رب کی آسان راہوں میں چلتی پھرتی رہ۔ اس کے پیٹ سے مشروب نکلتا ہے جس کے مختلف رنگ ہیں اور جس میں لوگوں کے لیے شفا ہے۔ غور وفکر کرنے والوں کے لیے اس میں نشانیاں ہیں۔''

شہد کی مکھی کو اُس کے مطلوبہ مشن کی تکمیل کے لیے اسے خاطر خواہ عقل وفہم عطا کیا گیا۔
اس عقل وفہم کی بدولت شہد کی مکھی پہاڑوں، درختوں، عمارتوں کی بلندیوں پر شہد کا چھتہ اس طرح بناتی ہے کہ درمیان میں کوئی شگاف نہیں ہوتا۔ باغوں، جنگلوں، وادیوں اور پہاڑوں میں گھوم پھر کر طرح طرح کے پھلوں کا رس اپنے پیٹ میں جمع کرتی ہے۔ پھر جانے والی راہوں سے ہوتی ہوئی واپس آ کر اپنے چھتے پر بیٹھ جاتی ہے۔ پیٹ میں جمع شدہ رس شہد کی شکل میں چھتے میں منتقل کر دیتی ہے۔ شہد کے رنگ کئی ہوتے ہیں۔ علاقہ اور پھلوں کی مناسبت

سے طرح طرح کے، رنگ رنگ کے شہد کے ذائقہ میں فرق ہوتا ہے۔ شہد ایک شفا بخش قدرتی مشروب ہے۔

''نبی ﷺ نے اسہال (دست) کے مرض میں شہد استعمال کرنے کا مشورہ دیا۔ جس سے مزید فضلات خارج ہوئے۔ اہل خانہ سمجھے کہ شاید مرض میں اضافہ ہوگیا۔ دربار رسالت میں تیسری بار آئے، فرمایا: ''اللہ سچا ہے، تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے۔ جاؤ اسے شہد پلاؤ۔'' چنانچہ تیسری مرتبہ شہد کے استعمال سے اسے شفائے کاملہ حاصل ہوگئی۔''

واضح رہے کہ ہر بیماری کے لیے شہد ہی اکسیر نہیں ہے۔ علمائے طب نے اس کی صراحت کی ہے۔

شہد کی مکھی کے نر یا مادہ ہونے کا آپ یقیناً وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتے۔ لیکن یہ بات ریسرچ سے منظر عام پر آچکی ہے کہ نر مکھی خوراک کی تلاش میں چھتہ نہیں چھوڑتی۔ شیکسپیر کے Henry the Fourth میں ہے کہ شہد کی مکھی ایک سولجر ہے۔ مکھیوں کا ایک بادشاہ ہوتا ہے۔ ہر مکھی بادشاہ کو جوابدہ ہوتی ہے۔ ریسرچ نے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ مادہ مکھی ہی جواب دہ ہے۔ نر مکھی تو چھتہ چھوڑتی ہی نہیں۔ اس حقیقت تک پہنچنے میں سائنسدانوں کو تین سو سال لگے ہیں جبکہ قرآن نے اس کی خبر صدیوں پہلے دے دی تھی۔

لوہا

﴿ وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ﴾ (۵۷/ الحدید:۲۵)

''ہم نے لوہا اتارا جس میں سخت قوت ہے اور لوگوں کے لیے فائدے بھی ہیں۔''

لوہے سے بے شمار چیزیں بنتی ہیں۔ بحری جہاز، ہوائی جہاز، جنگی اور مسافر جہاز، کارگو لے جانے والے جہاز، رائفل، توپ، آبدوز، ٹینک، راکٹ، میزائل اور زندگی میں کام آنے والی دیگر مشینری اسی سے بنتی ہے۔ آج کل مغربی دنیا ریسرچ میں آگے آگے ہے اور ہم تن آسان ہیں۔ منت سماجت کرنے والے اور مانگنے والے۔ اگر ہم نے اپنے اسلاف کا معیار ہی قائم رکھا ہوتا تو آج ہمارا دنیا پر حکم چلتا۔

گروپ Discussion میں معیارِ اعلیٰ

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ﴾

(٣٤/ سبا:٤٦)

''کہہ دیجیے! میں تمہیں صرف ایک ہی بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے واسطے ضد چھوڑ کر دو دو مل کر یا تن تنہا کھڑے ہو کر سوچو تو سہی؟''

ٹورنٹو یونیورسٹی کے پروفیسر نے Group discussion میں تحقیق کی اور مقالہ بھی لکھا۔ وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ دو آدمیوں کی Group discussion میں Efficency گراف بلندیوں کو چھوتا ہے۔ تحقیقی کام کے ساتھ ساتھ ان کی شخصیت کی تکمیل بھی بامِ عروج پر ہوتی ہے۔ جبکہ قرآن نے بہت پہلے اس کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔

ستونوں والے شہر کا ذکر

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ﴾ (٨٩/ الفجر:٧)

''ستونوں والے ارم کے ساتھ۔''

ارم قومِ عاد کے دادا کا نام ہے۔ سلسلہ نسب کچھ یوں ہے: عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح (علیہ السلام) (فتح القدير)

''ذات العماد'' ستونوں والے سے اشارہ ان کی قوت و طاقت اور لمبی قد و قامت کی طرف ہے۔ یہ لوگ اپنے دور کے فن تعمیر کے ماہر تھے۔ نہایت مضبوط بنیادوں پر عظیم الشان عمارتیں بناتے تھے۔

National geopraphic نے دسمبر ۱۹۷۸ میں ''ایبلا'' (Elba) شہر کی کھدائی سے دریافت کیا۔ یہ تینتالیس صدیاں پہلے کا ہے۔ لائبریری میں ان شہروں کا ریکارڈ ملا ہے جن کے ساتھ یہ لوگ تجارت کرتے تھے۔ اس فہرست میں ''ارم'' شہر کا نام موجود ہے۔

قرآن ایمان اور تحقیق کی دعوت دیتا ہے

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَوَ لَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴾ (۲۹/ العنکبوت:۵۱)

’’کیا یہ انہیں کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر کتاب نازل کی جو اُن پر پڑھی جارہی ہے؟ اس میں رحمت ہے اور نصیحت ہے۔ ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔‘‘

قرآن کا چیلنج

﴿ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۚ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴾ (۵۲/ الطور:۳۳۔۳۴)

’’کیا یہ کہتے ہیں کہ اس (نبی) نے (قرآن) خود گھڑ لیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ ایمان نہیں لاتے۔ اچھا اگر یہ سچے ہیں تو بھلا اس جیسی ایک بات ہی لے آئیں۔‘‘

قرآن میں غور وفکر کی دعوت

﴿ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۭ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴾ (۴/ النساء:۸۲)

’’کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے؟ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو یقیناً اس میں بہت کچھ اختلاف پاتے۔‘‘

قرآن کے مضامین میں کوئی تعارض نہیں بلکہ ہر حصہ اعجاز و بلاغت کا نمونہ ہے۔ ماضی کے واقعات اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ یہ قرآن کے منزل من اللہ ہونے پر دال ہے۔

سب سے بڑی گواہی

﴿ قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ۭ قُلِ اللّٰهُ ڐ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۣ وَاُوْحِيَ

اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ﴾ (٦/ الانعام:١٩)

''آپ کہیے کہ سب سے بڑی چیز گواہی دینے کے لیے کون ہے؟ آپ کہیے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے اور میرے پاس یہ قرآن وحی کے طور پر بھیجا گیا ہے تاکہ میں اس قرآن کے ذریعے سے تمہیں اور جس جس تک یہ قرآن پہنچے، ڈراؤں۔''

قرآن پہلی کتب کی تصدیق کرتا ہے

﴿وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝﴾

(١٠/ یونس:٣٧)

''اور یہ قرآن ایسا نہیں ہے کہ اللہ کے سوا (کی طرف سے) گھڑ لیا گیا ہو بلکہ یہ تو تصدیق کرنے والا ہے جو اِس سے پہلے نازل ہو چکا ہے۔اور تفصیل بیان کرنے والا ہے۔اس میں کوئی شک کی بات نہیں کہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔''

آج ڈیڑھ ہزار سال کا عرصہ بیتنے کو ہے مگر غیر مسلم اس سے عاجز ہیں۔کیا یہ بات قرآن کے منزل من اللہ ہونے کی واضح دلیل نہیں ہے۔

قرآن کا اپنی صداقت پر مخالفین کو دندان شکن جواب

﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۝ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۝﴾

(١١/ ھود:١٣-١٤)

''کیا یہ کہتے ہیں کہ اِس قرآن کو اُس نے گھڑا ہے۔جواب دیجیے کہ پھر تم بھی اسی کے مثل دس سورتیں گھڑ لاؤ اور اللہ کے سوا جسے چاہو اپنے ساتھ بلا لو اگر تم سچے ہو پھر اگر وہ تمہاری اس بات کو قبول نہ کریں تو تم یقین سے جان لو کہ یہ

قرآن اللہ کے علم کے ساتھ اتارا گیا ہے اور یہ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں پس کیا تم مسلمان ہوتے ہو؟"

قرآن کا غیب کی خبروں کا بتانا

﴿ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ﴾ (۳/ آل عمران:۴۴، ۱۲/ یوسف:۱۰۲)

"یہ غیب کی خبروں میں سے ہے۔ جسے ہم تیری طرف وحی سے پہنچاتے ہیں۔"

﴿ تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛ ﴾ (۱۱/ هود:۴۹)

"یہ خبریں غیب کی خبروں میں سے ہیں۔ جن کی وحی ہم آپ کو کرتے ہیں۔ انہیں اس سے پہلے نہ آپ جانتے تھے نہ آپ کی قوم۔"

قرآن میں کوئی کجی نہیں

﴿ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝ ﴾ (۳۹/ الزمر:۲۸)

"قرآن عربی زبان میں ہے جس میں کوئی کجی نہیں۔ تاکہ وہ تقویٰ اختیار کریں۔"

قرآن کی زبان انتہائی سادہ، جامع اور دلوں پر اثر کرنے والی عربی ہے۔ مثالیں عام فہم اور روزمرہ زندگی کے مشاہدات پر مبنی ہیں۔

رسول ﷺ کا اتنا جامع کلام تلاوت کرنا ہی منزل من اللہ ہونے کا بین ثبوت ہے

﴿ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝ ﴾ (۲۹/ العنکبوت:۴۸)

"اس سے پہلے تو آپ کوئی کتاب پڑھتے نہ تھے اور نہ کسی کتاب کو ہاتھ سے لکھتے تھے کہ یہ باطل پرست لوگ شک وشبہ میں پڑتے۔"

قرآن کا سینوں میں محفوظ ہونا اس کے منزل من اللہ ہونے کی دلیل ہے

﴿ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ۭ ﴾ (۲۹/ العنکبوت:۴۹)

”بلکہ یہ (قرآن) تو روشن آیات ہیں جو اہل علم کے سینوں میں محفوظ ہیں۔“

اللہ تعالیٰ کی گواہی کہ قرآن اللہ کا نازل کردہ ہے

﴿ وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۝ عَلٰى قَلْبِكَ ﴾
(۲۶/ الشعراء:۱۹۲۔ ۱۹۴)

”اور بے شک یہ (قرآن) رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے۔ اسے امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے اور آپ کے دل پر اتارا ہے۔“

﴿ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ﴾ (۶۹/ الحاقۃ:۴۱۔ ۴۳)

”اور یہ (قرآن) کسی شاعر کا قول نہیں ہے۔ تم بہت کم نصیحت لے رہے ہو۔ یہ تو رب العالمین کا اتارا ہوا ہے۔“

﴿ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۝ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ۝ ﴾ (۶۹/ الحاقۃ:۴۴۔ ۴۶)

”اور اگر یہ ہم پر کوئی بات بھی بنا لیتا تو البتہ ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے۔ پھر اس کی شہ رگ کاٹ دیتے۔“

اب بھی جو شخص قرآن پر ایمان نہ لائے اس کی بدنصیبی ہی بدنصیبی ہے۔

فرمان رسول ﷺ کے بغیر قرآن نہیں سمجھ سکتے

جس وقت یہ آیت کریمہ اتری:

﴿ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ﴾ (۲/ البقرۃ:۱۸۷)

”تم کھاتے پیتے رہو، یہاں تک کہ فجر کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ظاہر ہو جائے۔“

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے سفید اور سیاہ دھاگے اپنے تکیے کے نیچے رکھ لیے۔ دونوں دھاگوں کا فرق واضح ہونے تک کھاتے پیتے رہے۔ صبح کی نماز پر نبی ﷺ سے میں نے تمام

واقعہ کہہ سنایا۔اس پر آپ مسکرائے اور فرمایا:

''تیرا تکیہ بڑا لمبا چوڑا نکلا۔فرمایا: اس سے مراد تو صبح کی سفیدی کا رات کی سیاہی سے نمایاں ہونا ہے۔''

(بخاری ، التفسیر ، قوله: ﴿ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ ﴾ ح: ۴۵۰۹، ۴۵۱۰)

اللہ کی معلمِ قرآن کے بارے میں گواہی

قرآن میں اللہ کا فرمان ہے:

﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ ﴾ (۵۳/ النجم:۳۔۴)

''اور وہ اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کرتے ہیں۔ وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔''

ابوداؤد میں حدیث ہے کہ حالتِ غضب میں (بھی) آپ ﷺ کو اپنے جذبات پر اتنا کنٹرول ہوتا کہ زبان سے کوئی بات خلاف واقعہ نہیں نکلتی تھی۔

(العلم ، كتابة العلم ، ح: ۳۶۴۶؛ مسند احمد ۲/ ۱۶۲)

ترمذی میں ہے: ''مزاح اور خوش طبعی کے موقع پر بھی آپ کی زبان سے حق ہی نکلتا تھا۔'' (البر والصلة ، ح: ۱۹۹۰)

کیا یہ شہادت کسی اور کے بارے میں بھی ہے؟ ہرگز ہرگز نہیں۔

اللہ کو معلمِ قرآن سے کتنا زیادہ پیار ہے!

﴿ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۝ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝ ﴾ (۷۵/ القيمة:۱۶۔۱۹)

''آپ قرآن کو جلدی (یاد کرنے) کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دیں۔اس کا جمع کرنا (اور آپ کی زبان سے) پڑھوانا ہمارے ذمہ ہے۔ہم جب اسے پڑھ لیں تو آپ اسے پڑھنے کی پیروی کریں۔ پھر اس کا واضح کر دینا بھی ہمارے ذمے ہے۔''

اللہ نے آپ ﷺ کے سینے میں قرآن جمع کرنے اور پھر اس کی قراءت کو (بعینہٖ) جاری کروانے کی ذمہ داری بھی خود لے لی۔ یہ مقام ہے آپ ﷺ کا اللہ کے حضور۔

قرآن کی حفاظت اللہ نے اپنے ذمہ لی ہوئی ہے

پچھلی تمام الہامی کتابیں تحریف کا شکار ہوئیں۔ تورات میں جا بجا تحریف ہے۔ انجیل ایک اتاری گئی ہے۔ اس وقت ۴۰۰ مختلف نسخے دنیا میں ہیں جو کہ تحریف کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ زبور بھی محفوظ نہیں رہی۔ قرآن چونکہ قیامت تک انسانیت کے لیے رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ اس لیے اللہ نے اس کی حفاظت کا ذمہ بھی خود لیا ہے:

﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝ ﴾ (۱۵/ الحجر:۹)

''ہم نے ہی اس قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔''

یہ شرف اور بزرگی پچھلی کسی الہامی کتاب کے حصے میں نہیں آئی۔

قرآن کی حرمت

﴿لَّا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ۝ تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۝﴾ (٥٦/ الواقعة:٧٩-٨٠)

''جسے صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔ (اس لیے کہ) یہ رب العالمین کی طرف سے اترا ہوا ہے۔''

حدیث ہے:

وَلَا يَمَسُّ الْقُرْآنَ إِلَّا طَاهِرٌ (مؤطا امام لك ، الامر بالوضوء لمن مس القرآن١/ ١٩٩ ، ح: ٤٧٠؛ مستدرك حاكم١/ ٣٩٥)

''صرف پاک انسان ہی اسے چھوئے۔''

باوضو ہوکر تلاوت کرنا باعث برکت و رحمت ہے۔ تاہم مومن کبھی نجس نہیں ہوتا۔ شیخ البانی کے مطابق قرآن پڑھنے سے ممانعت کی کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا مسلک اور رجحان بھی یہی ہے۔ (دیکھیے بخاری ، الحیض ، تقضی الحائض المناسك كلها الا الطواف بالبيت ، قبل حديث: ٣٠٥)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں کہ پاک ہاتھ کا مطلب فرشتوں کے ہاتھ ہیں۔ یہ کفار کے سوال کا جواب ہے جو کہتے تھے کہ اس قرآن کو شیطان لے کر اترتے ہیں۔ اترنے کی بات تو دور کی ہے شیاطین تو اس کے سننے سے بھی الگ ہیں۔ مسلمان اسے ناپاکی کی حالت میں ہاتھ نہ لگائے۔ مسلم میں ہے کہ آپ ﷺ نے قرآن ساتھ لے کر حربی کافروں کے ملک میں جانے سے منع کیا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ دشمن اسے کچھ نقصان پہنچائے۔ ایک اور حدیث جو امام مالک رحمہ اللہ موطا میں لائے ہیں۔ آپ ﷺ نے عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو جو فرمان لکھ کر دیا تھا۔ اس میں یہ بھی تھا کہ قرآن کو صرف پاک ہی چھوئے۔

تاثیرِ قرآن

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ حرم میں تشریف لے گئے، وہاں قریش کا مجمع تھا۔ ان کے بڑے بڑے لوگ جمع تھے۔ آپ ﷺ نے اچانک کھڑے ہوکر سورۃ النجم کی تلاوت شروع کر دی۔ کفار کا دائمی وطیرہ قرآن کے الفاظ میں یہ تھا:

﴿ لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴾ (٤١/ حم السجدة:٢٦)

''اس قرآن کو مت سنو، اس میں ہنگامہ برپا کرو تا کہ تم غالب آ جاؤ۔''

لیکن آپ ﷺ نے اچانک اس سورت کی تلاوت شروع کر دی اور ان کے کانوں میں ایک ناقابل بیان رعنائی و دلکشی اور عظمت لیے ہوئے کلام الٰہی کی صدا پڑی تو انہیں کچھ ہوش نہ رہا۔ سب کے سب گوش برآواز ہو گئے۔ کسی کے دل میں کوئی خیال نہ رہا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ نے سورۃ کے اواخر میں دل ہلا دینے والی آیات میں اللہ کا یہ حکم سنایا:

﴿ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ﴾ (٥٣/ النجم:٦٢)

''اللہ کے لیے سجدہ کرو اور اس کی عبادت کرو۔''

اور سجدہ کیا تو کسی کو اپنے آپ پر قابو نہ رہا۔ سب کے سب سجدہ میں گر گئے۔

ذہن کو غیر جانبدار کر کے قرآن کی تلاوت سے انسانی زندگی یکسر بدل جاتی ہے۔ اس لیے کہ یہ رب العالمین کا بھیجا ہوا آخری کلام ہے جو قیامت تک رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہے۔

قرآن کی کشش سے انسانی زندگی میں انقلاب کے کچھ واقعات پیش خدمت ہیں:

اسعد بن زرارہ پر قرآن کا اثر

یہ مدینہ طیبہ کا مشہور و معروف سردار ہے۔ اسلام کے پہلے مبلغ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے سیخ پا ہو کر اپنے گھر سے ہتھیار پہن کر اس ارادہ سے باہر نکلتا ہے کہ اس مبلغ کو مدینہ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نکال دے۔ جب مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سے قرآنی آیات سنتا ہے تو

اس کی دنیا بدل جاتی ہے۔ وہیں اسلام قبول کر لیتا ہے۔

ثُمامہ بن اُثال پر قرآن کا اثر

ثمامہ کے لیے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کوئی شخص اور مدینہ سے زیادہ کوئی نفرت آمیز جگہ نہ تھی۔ جب قیدی ہو کر آیا تو صرف دو دن قرآن سننے کا مسجد النبی میں موقع ملا۔ رشد و ہدایت کی آوازیں مسلسل اسے جھنجوڑ رہی تھیں۔ غیر مشروط آزادی ملتے ہی پھر مدینہ لوٹ آتا ہے اور اسلام قبول کرتا ہے۔

خالد بن عتبہ قرآن سن کر دنگ رہ جاتا ہے

خالد بن عتبہ قرآن سن کر بے ساختہ بول اٹھا: ''اللہ کی قسم! اس میں عجیب شیرینی ہے۔ اس میں عجیب تروتازگی ہے۔ اس کی جڑیں سیراب ہیں۔ اس کی شاخیں پھل سے لدی ہوئی ہیں۔ اور بشر تو ایسا کہہ ہی نہیں سکتا۔''

اصحمہ نجاشی پر قرآن کا اثر

جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے جب نجاشی کو سورۃ مریم سنائی تو اس کے آنسو بہنے لگے اور وہ ایمان لے آیا۔ مکی وفد کو ڈانٹ پلا کر واپس کر دیا۔

ابوطلحہ رضی اللہ عنہ پر قرآن کا اثر

جب یہ آیت اتری:

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ﴾ (۳/ اٰل عمرٰن:۹۲)

''جب تک تم اپنی پسندیدہ چیز اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو گے ہرگز بھلائی نہ پاؤ گے۔''

اس پر انہوں نے اپنا سب سے قیمتی باغ بیرحاء اللہ کی راہ میں دے دیا۔

وہ خودسر لوگ جو کسی قانون کو خاطر میں لاتے ہی نہ تھے۔ قرآن پڑھ کر ایسے اطاعت گزار بن گئے تھے کہ قصاص، رجم وغیرہ سزاؤں کے لیے رضا کارانہ طور پر اقرارِ جرم کر کے خود کو پیش کرنے لگے۔ حالانکہ انہیں بخوبی علم ہوتا تھا کہ اب موت کا بلاوا ہے۔ دنیا میں کونسی

کتاب اس پایہ کی ہے؟ اس اطاعت الٰہی نے محلّہ، شہر اور ملکوں کی زندگی پُر امن بنا دی۔ قتل و غارت، لوٹ مار کی جگہ ہمدردی، زکوٰۃ اور صدقات نے لے لی۔ اب بھی اگر دنیا پر نظر ڈالیں تو جرائم کی سب سے کم شرح سعودی عرب کی ہے۔ یہ قرآنی تعلیمات کا فیضان ہے۔

ایک سکھ خاندان کے چشم و چراغ کے اسلام لانے کا واقعہ

یہ نومبر ۱۹۵۴ء کا واقعہ ہے کہ ایک مولوی صاحب نے گاؤں میں عشاء کی نماز پڑھائی، مقتدیوں میں راقم الحروف بھی تھا۔ سلام پھیرنے کے بعد اعلان ہوا کہ نماز مکمل کرنے کے بعد مولوی صاحب چوپال میں تقریر کریں گے۔ تقریر میں مولوی صاحب نے سامعین کو خوب جھنجوڑا۔ اپنا تعارف کراتے ہوئے بتایا کہ وہ سکھ خاندان سے تھا۔ سکول میں جاتے وقت راستے میں ایک سید صاحب جو کہ بچوں کو قرآن پاک پڑھایا کرتے تھے انہی سے قرآن سنتے سنتے مسلمان ہو گیا۔ ضلع اور تحصیل فیروز پور کے گاؤں میں ہم ہی بڑے زمیندار تھے۔ بھائیوں اور بزرگوں نے مسلمان ہونے کی پاداش میں مجھے ہر چیز سے بے دخل کر دیا۔ میں نے بخوشی اس سودے کو قبول کر لیا اور پچھلے سال ۱۹۵۳ء میں پاکستان آ گیا۔ پھر مذکورہ مولوی صاحب نے گرنتھ کا تعارف کروایا کہ سکھ اپنے ''گرنتھ'' کی کس طرح عزت کرتے ہیں۔ اس کا عملی مشاہدہ راقم الحروف نے لندن ساؤتھ ہال کے گوردوارہ میں ۲۰۰۵ء میں کیا۔ تقریباً پون گھنٹے کے وعظ میں اس نے وہ کہہ دیا جو میں نے اس سے پہلے نہیں سنا تھا۔ مولوی صاحب تو نماز فجر کے بعد چلے گئے۔ لیکن ان کی تقریر نے مسجد میں نمازیوں کی تعداد کو سہ گنا کر دیا۔ یہ سب کچھ قرآن سے لگاؤ کا کرشمہ ہے۔

۲۔ ریٹائرڈ پرنسپل غازی احمد (چکوال) کی اسلام لانے کی ایمان افروز داستان

یہ بوچھال کلاں میں ہندو گھرانے میں پیدا ہوئے۔ والدین نے ''کرشن لعل'' نام رکھا۔ ہندوانہ عقائد کے مطابق سری کرشن مہاراج سے ناطہ جوڑ دیا۔ ہم جماعتوں سے مذہبی گفتگو رنگ لائی۔ انہوں نے اسلام کے بارے میں پہلی کتاب ''تحفۃ الہند'' از مولانا عبیداللہ مالیرکوٹلوی پڑھی۔ کتاب میں قرآنی حوالوں سے اسلام، ہندومت اور سکھ ازم کا تقابلی جائزہ پڑھا۔ یہی کتاب ان کے مسلمان ہونے کا پیش خیمہ بنی۔ والدین کو اسلام لانے کا علم ہوا تو

انہوں نے ابوجہل اور ہمنواؤں کے صحابہ کرام پر ظلم وستم کی یاد تازہ کر دی۔ انہیں حوالات اور عدالتوں میں کھینچا گیا۔ جسمانی تشدد آخری حدود کو چھو گیا۔ اسلام پر ثابت قدمی کی وجہ سے انہیں جی بھر کر زچ کیا گیا۔ لیکن یہ توحید ربانی اور سنت رسول ﷺ پر ڈٹے رہے۔ تقسیم ملک کے بعد والدین انبالہ (انڈیا) چلے گئے۔

غازی احمد کے فرزند ماشاء اللہ بڑے عہدوں پر تعینات ہیں۔ ان کا اوڑھنا بچھونا ﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (٤/ النساء: ٨٠) ''جو رسول کی اطاعت کرے اس نے اللہ کی اطاعت کی'' ہے۔ تبلیغ اسلام میں شب و روز بسر ہو رہے ہیں۔

خالد لطیف گابا (انڈیا)

آبائی نام ''کنہیا لال'' والد کا نام لالہ ہرکشن لال تھا۔ بیسویں صدی کے ابتدائی دور کے ماہر مالیات تھے۔ کارخانہ دار اور لکھ پتی تاجر تھے۔ انہوں نے ۱۹۲۱ء میں برطانیہ سے بار ایٹ لاء کیا۔ مطالعہ کے بعد لاہور کی بادشاہی مسجد میں علامہ اقبال کی موجودگی میں اسلام قبول کیا۔ اسلام لانے کی وجوہات ان کی اپنی زبان سے سنیے:

☆ قرآن کے مطالعہ نے میری دنیا بدل دی۔ وحدانیت باری تعالیٰ اور محمد ﷺ کی رسالت نے بہت زیادہ متاثر کیا۔

☆ اسلامی مساوات، سادگی، بالخصوص مسجد میں نماز باجماعت نے بہت متاثر کیا۔ ہندوؤں اور عیسائیوں کے مندروں اور گرجوں کے برعکس تمام نمازی بلا رنگ ونسل بلاتمیز امیر وغریب، حتیٰ کہ حکمران اور غلام ساتھ ساتھ کھڑے ہیں۔

☆ ہندو معاشرہ میں ذات پات کی سختی سے پابندی ہے۔ اچھوتوں، ہریجنوں کو انسان ہی نہیں سمجھا جاتا۔ جبکہ اسلام کا بھائی چارہ بہت ارفع واعلیٰ ہے۔

☆ اسلام فطری دین ہے۔ دور حاضر کے عین مطابق ہے۔ شخصی آزادی ہے۔ شادی کو ایک عاقلانہ اور ذمہ دارانہ معاہدہ قرار دیتا ہے۔ اقتصادی اور اخلاقی تعلیم سے دنیا کو امن کا گہوارہ بناتا ہے۔

☆ شریعت کا یہ نکتہ بہت اہم ہے کہ دنیا میں کوئی شخص کسی دوسرے کا محتاج نہ رہے۔

لیڈی لارنس کا اسلام لانا

ڈاکٹر محمد اقبال کے رُوبرُو لیڈی لارنس کہتی ہیں: ''میرے ہوٹل میں ۷۰ سالہ بوڑھا مسلمان ملازم تھا۔ اس بابا جی کا اکلوتا حسین وجمیل بیٹا وبائی بیماری سے فوت ہوگیا۔ میں نے اس کے پاس تعزیت کی۔ میری بات ختم ہونے پر بابا جی نے آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر کہا: ''یہ اللہ کی امانت تھی، وہ لے گیا۔ ہمیں ہر حال میں شاکر رہنا چاہیے۔'' اس صدمے کے موقعہ پر صبر اور شکر کے اس مظاہرے نے مجھے جھنجوڑا۔ میرے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ اس کا پوتا اور بہو ہے۔ اس سے میری جستجو ماند پڑ گئی۔ کچھ عرصہ بعد اس کی بہو بھی چل بسی۔ میں پھر تعزیت کے لیے گاؤں گئی۔ راستے میں سوچ رہی تھی کہ بہو کی وفات اور یتیم بچے کی کم سنی بابا جی کو انتہائی پریشان کیے ہوئے ہوگی۔ میں نے پھر قریب جا کر تعزیت اور ہمدردی کی۔ بابا جی نے مجھے وہی جواب دیا جو وہ اپنے اکلوتے بیٹے کی وفات پر دے چکے تھے۔ اس صورت حال نے مجھ میں تجسس کے دروازے کھول دیے۔ چند دن بعد بابا جی کے معصوم پوتے کے فوت ہو جانے کا سنا تو میں پریشانی اور بے قراری کے عالم میں اس کے گاؤں گئی۔ راستے میں سوچتی گئی کہ بابا جی کا اب اس دنیا میں کوئی نہیں۔ اکیلی جان ہے۔ بے ہوشی کے دورے پڑ رہے ہوں گے۔ میں نے قریب ہو کر انتہائی ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے تعزیت کی۔ بابا جی کے سینے سے کبھی کبھی آہ نکل جاتی، غم میں تھا۔ تاہم جواباً اس نے کہا: اللہ کی امانت تھے وہ لے گیا میں دل کو کیوں تھوڑا کروں۔ ہمیں اللہ نے قرآن میں صبر کا حکم دیا ہے۔'' لیڈی لارنس اس جواب سے بہت زیادہ متاثر ہوئی۔ بابا جی کو اپنے ساتھ ہوٹل جانے کو کہا۔ وہ ساتھ ہولیا۔ ہوٹل میں دن کو کام کرتا اور رات کو عبادت سے زندہ رکھتا۔ یہ خیال بار بار دامن گیر تھا کہ بابا جی کا اطمینانِ قلب حقیقی ہے۔ اس دوران میں تجزیہ کرتی رہی۔ کچھ عرصہ بعد بابا جی نے قبرستان جانا چاہا۔ میں بھی ساتھ چل پڑی کہ دیکھوں اب جذبات کیسے ہیں۔ قبرستان جا کر اس نے بوسیدہ قبروں پر مٹی ڈالی اور پانی چھڑکا۔ پھر وضو کیا اور اہل قبرستان کے لیے دعا کی غرض سے ہاتھ بارگاہ الٰہی میں اٹھا دیے۔ اس کے ہر کام میں اطمینان، سکینت اور ایمان کا جلوہ تھا۔ میں نے یقین کر لیا کہ یہ اس دین کا کمال ہے جس کا بابا جی نام لیوا ہیں۔ میں نے بابا جی کے ذریعہ قرآن مجید

منگوایا۔ مطالعہ شروع کر دیا۔ ساتھ ساتھ ایک مسلمان لیڈی کا بندوبست کرنے کو کہا۔ باباجی اپنے امام صاحب کی دختر نیک اختر کو بلا لائے۔ انہوں نے مجھے قرآن کی تعلیمات اور اسرار رموز سے آگاہ کیا۔ اس طرح میں کلمہ پڑھ کر دولت اسلام سے آراستہ ہوئی۔ باباجی کا قرآن مجید کے نور سے منور ہونا میرے اسلام لانے کا زینہ بنا۔"

یوسف اسلام کا حلقہ بگوش اسلام ہونا

مَیں نے قرآن مجید میں بہت عجائبات دیکھے۔ اس میں بناوٹ نہیں ہے۔ جو دوسری مذہبی کتابوں میں پائی جاتی ہے۔ قرآن کے ٹائٹل پر کسی مصنف اور مؤلف کا نام نہیں۔ جبکہ انجیل مقدس کے ٹائٹل پر مصنف اور مؤلف حضرات کے نام موجود ہیں۔ میں کیتھولک عیسائی تھا۔ میں نے موسیقی میں منفرد مقام حاصل کیا۔ میرے گانوں کے کیسٹوں کی فروخت ڈیڑھ کروڑ تک جا پہنچی۔ شراب کا رسیا تھا۔ دنیا کا امیر آدمی تھا۔ لیکن دل سکون سے خالی تھا۔ میرے برادر محترم نے کہیں سے مجھے قرآن مجید کا نسخہ لا کر دیا۔ قرآن کی ابتدائی آیت بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نے ہی مجھے تبدیل کر دیا۔ سورۃ فاتحہ کے مطالعہ نے سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ جبکہ اس سے پہلے میری چرچ کی تعلیم کے مطابق یہ سوچ تھی: "اللہ ایک ہے، لیکن تین اجزاء پر مشتمل ہے۔ لیکن اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ نے میری پہلی مشرکانہ سوچ کی جڑ کاٹ کے رکھ دی۔ پھر میں نے قرآن مجید میں غلطیاں ڈھونڈنے کی بہت کوشش کی۔ یہ کوشش مجھے اپنی غلطیوں کا الارم بجاتی رہی۔ حتی کہ ۲۳ دسمبر ۱۹۷۷ء کو میں نے لندن کی مسجد میں اپنے مسلمان ہونے کا برملا اعلان کر دیا۔ سیرت رسول ﷺ کا مطالعہ کیا۔ موسیقی سے توبہ کی۔ حالانکہ بڑی بڑی کمپنیوں نے مجھے بار بار التجا کی۔ لیکن میرے پیش نظر ایک ہی نصب العین تھا:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ﴾

(۹/ التوبۃ:۱۱۱)

"اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور مال جنت کے بدلے خرید لیے ہیں۔"

مَیں اکثر سوچتا ہوں کہ یہ معاہدہ میرے اور اللہ کے مابین ہیں۔ خالق کائنات نے تو مجھے اپنی معرفت قرآن کے ذریعہ عطا کر دی ہے۔ لہٰذا مجھے معاہدے کا فریق ہونے کے

ناطے سے معاہدے کی من وعن پابندی کرنی چاہیے۔اس لیے میں نے کمپنیوں کی تمام التجائیں یہ کہتے ہوئے ٹھکرا دیں: ''میں اب مسلمان ہوں۔''

یوسف اسلام اس وقت برطانیہ میں اسلامک اکیڈیمی، مدینہ ہاؤس اور اسلامیہ سکول ٹرسٹ کے سربراہ ہیں۔ عالمی طور پر مسلم ایڈ کے بورڈ آف گورنر کے چیئرمین بھی ہیں۔

قرآن سے نصیحت پکڑنے کا واقعہ

یہ شیخ الحدیث سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کے مدرسہ کا واقعہ ہے۔اس وقت دینی طلباء کی خوراک کا انتظام مختلف گھروں میں ہوتا تھا۔ یہ نظام قیام پاکستان کے بعد پاکستان کے دینی اداروں میں عرصہ تک رائج رہا۔ایک طالب علم کا کھانا ایک گھر لگا ہوا تھا۔اس گھر میں ایک خُوبرُو لڑکی تھی جو اندر اندر اس طالب علم کی محبت میں گرفتار ہو چکی تھی۔لیکن اسے کوئی تنہائی کا موقعہ میسر نہیں آ رہا تھا۔ایک دن گھر والوں کو اپنے رشتہ دار کی تعزیت کے لیے باہر جانا پڑا۔ شیطان نے لڑکی کو پٹی پڑھائی کہ آج بہت اچھا موقعہ ہے۔طالب علم کو قابو کر لو۔جب طالب علم کھانا لینے آیا تو لڑکی نے گھر کا دروازہ بند کر دیا اور دعوت گناہ دی۔طالب علم کا رنگ فق ہو گیا کیونکہ اس کے سامنے سورۃ المومنون کی آیت ﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ ﴾ ''اور وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں'' بار بار آ رہی تھی۔ساتھ ہی ساتھ سورۃ النور کی آیت ۲ ''زنا کار عورت اور مرد میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ'' آنکھوں کے آگے گھوم رہی تھی۔ادھر لڑکی کی شہوت عروج پر تھی۔ وہ بدنام کرنے کی دھمکیاں دے رہی تھی۔ طالب علم نے دل کی گہرائیوں سے رب کائنات کو پکارا اور لڑکی سے کہا: مجھے ٹائلٹ سے ہو آنے دو۔ لڑکی دل میں خوش تھی۔ان دنوں چھتوں پر ٹائلٹ ہوا کرتی تھی اور Flush سسٹم نہیں تھا۔ بلکہ ٹائلٹ میں چولھے سے بنے ہوتے تھے۔امراء کے ہاں ان چولھوں میں لوہے کے ڈبے (Bin store) رکھے ہوتے تھے۔صبح کے وقت بھنگی آتا تھا۔تمام فضلہ و پیشاب اپنی ٹوکری میں لے جاتا تھا۔طالب علم نے ٹائلٹ کی تمام غلاظت کو وافر مقدار میں اپنے جسم پر مل لیا اور نیچے آ گیا۔لڑکی نے دیکھا تو گالیاں دیتے اور دھکے دیتے ہوئے گھر سے باہر نکال دیا۔ سردی زوروں پر تھی طالب علم باہر آیا ایک تو بھوکا تھا، دوسرے اپنے لباس اور جسم کی طہارت

کی فکر لاحق ہوئی۔ طالب علم اندھیرے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بغیر کسی کے علم کے مسجد میں آ گیا۔ پانی ٹھنڈا تھا لیکن ایمان کی حرارت نے ٹھنڈے پانی کو گلے لگا لیا۔ اپنے کپڑے دھوئے۔ نہایا، پھر وہی تازہ دھلا ہوا جوڑا ہی پہن لیا۔ دوسرا جوڑا موجود نہ تھا۔ کمرے میں جانے سے راز فاش ہونے کا خطرہ لاحق تھا۔ تاہم نہاتے اور کپڑے دھوتے دھوتے اسے سحری کا وقت ہوگیا۔ مارے سردی کے تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اسی دوران شیخ الحدیث میاں نذیر حسین رحمہ اللہ تہجد کے لیے مسجد آئے تو طالب علم کو گیلے کپڑے پہنے اور تھر تھر کانپتے دیکھا۔ استاد محترم کے کہنے پر اس نے تمام ماجرا کہہ سنایا۔ یہ ہے آیت ﴿فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ﴾ (۵۴/ القمر:۱۷) (پس کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟) کی عملی تفسیر۔

عبداللہ اڈیار کا مسلمان ہونا

یہ ادیب، شاعر اور سیاستدان تھے۔ تامل ناڈو میں ۱۹۳۵ء میں تری پورہ میں پیدا ہوئے۔ آبائی نام اڈیار تھا جو عبداللہ کے ہم معنی ہے۔ ان کی پرورش ایک مسلمان دایہ نے کی۔ ہمجولی لڑکے مسلمان تھے۔ اسلامی طرز زندگی دیکھنے کا موقعہ ملا۔ بڑے ہو کر قرآن مجید کا مطالعہ کیا۔ اتنا متاثر ہوئے کہ اسلام کا اظہار کئے بغیر اسلام کی اشاعت کی غرض سے تیرہ کتابیں لکھیں۔ ان کتابوں کے مطالعہ سے تعلیم یافتہ ہندو بہت زیادہ تعداد میں مسلمان ہوئے۔ بالآخر یہ خود بھی جون ۱۹۸۶ء میں مدراس (بھارت) کی مشہور مسجد ''مسجد معمور'' میں مسلمان ہوگئے۔ یہ اپنے مسلمان ہونے کا پس منظر یوں بیان کرتے ہیں:

☆ قرآن کی قراءت کی مٹھاس ناقابل بیان ہے۔ یہ نثر بھی اور شعر بھی ہے۔

☆ تورات اپنے نزول کے صدیوں بعد لکھی گئی وہ بھی عبرانی کی بجائے یونانی اور لاطینی زبان میں۔ اس کی الہامی حیثیت کیا رہی؟

☆ انجیل ''آرامی'' میں تھی حواریوں نے اسے یونانی زبان میں لکھا پھر اس وقت ایک کی بجائے ایک سو چار انجیلیں مارکیٹ میں ہیں۔ یہ ایک سو چار کیوں اور کیسے بنیں؟

☆ ہندومت میں مذہبی کتابیں نچلی ذات کے ہندو نہیں پڑھ سکتے۔ جبکہ قرآن مجید کو جو بھی چاہے پڑھے۔ کوئی ذات پات کی قید نہیں۔

☆ قرآن کے اعراب تک محفوظ ہیں۔ جبکہ دیگر مذہبی کتابیں تحریف کا شکار ہیں۔

علامہ محمد اسد کا قبول اسلام

آپ ۱۹۰۰ء میں پولینڈ میں یہودی خاندان میں پیدا ہوئے۔ والدین نے ''لیو پولڈ ولس'' نام رکھا۔ ۱۹۲۶ء میں مسلمان ہوئے۔ علامہ اقبال اور سید مودودی کے ساتھ بھی وقت گزارا۔ ۱۹۹۲ء میں سپین میں وفات پائی۔ ان کی زیادہ مشہور تصانیف یہ ہیں:

① A Road to Mecca

② Islam at the Cross roads

یہ کہتے ہیں کہ ٹرین کے سفر میں ہم سفر ایک مسلمان نے صحرائے سینا میں مجھے اپنی ایک روٹی کا نصف حصہ کھانے کے لیے پیش کیا۔ اس بات نے مجھے متاثر کیا۔ بیت المقدس میں مسلمانوں کی نماز کا نظارہ دل میں گھر کر گیا۔ دمشق کی جامع مسجد میں نماز جمعہ پر لوگوں کا نماز کا اہتمام کرنا اور خشوع خضوع متاثر کن تھا۔ اسلامی کتب اور بالخصوص قرآن کا مطالعہ کیا۔ پتہ چلا کہ عیسائیوں نے حسد و بغض کی وجہ سے یورپ میں اسلام کو مسخ کر کے پیش کیا ہے۔ حقیقتاً یہ تو ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ آخری نقطہ جو میرے اسلام لانے کا فوری باعث بنا۔ یہ کہ ایک دفعہ ٹرین کے سفر میں میرے سامنے ایک جوڑا انتہائی قیمتی لباس پہنے بیٹھا تھا لیکن چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ گھر آ کر قرآن کھولا تو سورۃ التکاثر کا ترجمہ پڑھا تو تمام حقیقت واضح ہوگئی۔ اس سورۃ میں دنیا کی بے ثباتی اور جہنم کا بڑا مؤثر ذکر ہے۔ دوسرے روز جرمنی میں برلن میں انجمن مسلم کے صدر کے سامنے اسلام قبول کر لیا۔ میرا نیا نام محمد اسد رکھا گیا جو Leo (شیر) کے ہم معنی ہے۔

محمد علی جناح نے پاکستان بننے کے فوراً بعد انہیں پاکستان کی شہریت عطا کی اور انہیں پہلا پاکستانی پاسپورٹ جاری کیا۔ پھر قائد نے انہیں Department of Islamic Reconstruction کی سربراہی سونپی۔ یہ پاکستان کا پہلا ادارہ تھا جس کے ساتھ 'اسلامک' کا لفظ لکھا گیا۔ اس پر علامہ اسد نے ۱۸۔ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو ایک نشری تقریر میں ریڈیو پر اہلِ پاکستان کو بتایا کہ اس ادارے کا مقصد پاکستان کے آئین اور قوانین کو اسلام کے مطابق

بنانا ہے۔نعرۂ پاکستان کا مطلب کیا؟لا الــہ الا اللّٰــہ ‘انہی کا تخلیق کردہ ہے۔ یہ دوسری زبانوں کے ساتھ ساتھ عربی اور اُردو کے بھی ماہر تھے۔انہوں نے ’اسلامی علوم کی جانب سفر‘وسیع و عریض مضمون لکھا۔ جناب علامہ اسد کی رائے تھی کہ ’’جن لوگوں کو انگریز نے جائیدادیں دی ہیں یہ ان سے واپس لے لی جائیں۔‘‘ایک اوراہم ترین مشورہ یہ تھا کہ’’ ایک مکمل اسلامی نظام اورنصاب بنایا جائے ،اگراس میں تین سال بھی لگ جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔لیکن اس دوران تعلیمی ادارے بند کردیے جائیں۔ کیونکہ بچوں کا فارغ بیٹھنا اس سے بہتر ہے کہ انہیں مغربی نظامِ تعلیم پڑھایا جائے۔‘‘

پہلی تجویز پر مراعات یافتہ طبقہ فوراً حرکت میں آ گیا۔ قائداعظم وفات پا چکے تھے۔ وزیرِاعظم لیاقت علی خان نے انہیں وزارتِ خارجہ میں ڈپٹی سیکرٹری مقرر کیا۔مگر وزیرِ خارجہ سرظفراللہ خاں کا تعصب چُھپا نہ رہا۔آخر ایک دن وزیرِ خارجہ نے ان کے مخصوص شعبے کو آگ لگا دی۔علامہ اسد کی تمام محنت خاکستر ہوگئی۔ (ایکسپریس ۱۴مارچ ۲۰۱۲ء،اوریا مقبول جان)

محمد پکتیال کا واقعہ

سترہ اپریل ۱۸۷۵ء میں انگلستان کے پادری کے گھر پیدا ہوئے۔طالب علمی میں ونسٹن چرچل کے گہرے دوست تھے۔ یہ فرنچ ،اطالوی، جرمن اور عربی زبانوں پر عبور رکھتے تھے۔ انگلش تو ان کی مادری زبان تھی ہی۔ مسجد اقصیٰ میں شیخ الجامعہ سے بہت متاثر ہوئے۔ مسلمان ہونے کی خواہش کا اظہار کیا تو جواب ملا کہ سوچ بھال لیں۔ اگر اسلام میں آنا ہے تو لندن میں اعلان کریں۔اس جواب سے اسلام کا دامن میرے نزدیک غیر مسلموں کے اس الزام سے کہ مسلمان لوگوں کو دھونس ودھمکی سے مسلمان بنالیتے ہیں، دُھل گیا۔تاہم لندن میں ۱۹۱۴ء میں اپنے مسلمان ہونے کا برملا اعلان کردیا۔

۱۹۲۰ء میں آپ بمبئی (بھارت) آئے۔اخبار’’بمبئی کرانیکل‘‘ کی ادارت سنبھالی۔ بعدازاں ریاست حیدرآباددکن میں پرنسپل رہے۔ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے قرآن مجید کا انگلش میں ترجمہ کیا۔نظام حیدرآباد نے بہت زیادہ عزت دی۔آخر ۱۹۳۰ء میں یہ ترجمہ The Glorious Quran کے نام سے ایک ہی وقت پر لندن اور

نیویارک سے چھپا۔ یہ مترجم قرآن بہت پسند کیا گیا اور بہت زیادہ شہرت حاصل کر گیا۔ باقی زندگی تبلیغ اسلام کے لیے وقف کر دی۔

۱۸ مئی ۱۹۳۶ء رات کو سونے سے پہلے انہوں نے ایک کاغذ پر سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۱۲ (مع انگریزی ترجمہ) لکھی:

﴿بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ (۲/ البقرۃ:۱۱۲)

''ہاں! جو بھی اپنے آپ کو خلوص سے اللہ کے سامنے جھکا دے۔ بے شک اس کا رب پورا بدلہ دے گا، اس پر نہ تو کوئی خوف ہوگا نہ ہی غم اور اداسی۔''

جو بھی انتہائی خلوص کے ساتھ سنتِ رسول ﷺ کی روشنی میں اپنے آپ کو اللہ کے سامنے پیش کر دے تو ایسا انسان خوف وغم کا شکار نہیں ہوتا۔ قبولیت اعمال کے لیے اور اخروی سرخروئی کے لیے دو سنہری اصول ہیں:

(۱) صرف اور صرف اللہ کی رضا مقصود ہو نہ کہ دنیاوی آرزوؤں کا تانا بانا۔

(۲) یہ عمل مسنون طریقہ پر کیا جاوے۔ قرآن کہتا ہے:

''کہہ دیجئے! اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔ خود اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔'' (۳/ آل عمران:۳۱)

ایک دن بعد یعنی ۱۹ مئی ۱۹۳۶ء کو یہ عظیم سکالر اور داعی صبح صبح حرکتِ قلب بند ہونے کی وجہ سے اپنے خالق کے حضور جا پہنچا ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ﴾ (۲/ البقرۃ:۱۵۶)

''ہم تو خود اللہ کی ملکیت ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔''

محمد یحییٰ (جون جوزف) کا قبول اسلام

۲۵ سال کا ایک خوش شکل نوجوان پادری، پادریوں کے مخصوص لباس میں ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ میر پور خاص مسٹر دھنی بخش سومرو کی عدالت میں پیش ہوا۔ اس نے ایک درخواست پیش کر کے اے ڈی ایم مسٹر دھنی بخش سومرو کو چونکا دیا۔ درخواست میں لکھا تھا کہ بقائمی ہوش وحواس، برضا ورغبت، کسی جبر واکراہ کے بغیر اور پورے خلوص دل کے ساتھ میں

عیسائیت ترک کر کے اسلام قبول کر رہا ہوں اور اپنے عیسوی نام جون جوزف کی بجائے اسلامی نام محمد یحییٰ اختیار کر رہا ہوں۔ درخواست گزار نے اے ڈی ایم کے روبرو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔

نو مسلم محمد یحییٰ نے ایک سوال کے جواب میں بتایا کہ میں ۱۹۴۲ء میں ہندوستان کے شہر الہ آباد میں ایک عیسائی گھرانے میں پیدا ہوا تھا۔ والد پادری تھا۔ انٹرنس کرنے کے بعد میرے والد نے مجھے مسیحی خدمت کے لیے مشنری کے سپرد کر دیا۔ ۱۹۵۷ء میں تعلیم سے فارغ ہو کر واپس الہ آباد آ گیا اور دین مسیح کی تبلیغ میں مصروف ہو گیا۔

محمد یحییٰ نے کہا کہ میں دو ماہ تک الہ آباد میں دین مسیحی کی تبلیغ میں مصروف رہا۔ جب میرے والد نے محسوس کیا کہ میں دیگر شہروں میں بھی خدمات انجام دے سکتا ہوں تو مجھے ہندوستان کے دوسرے شہروں اور پھر ڈھاکہ بھیج دیا گیا۔ ڈھاکہ سے کراچی آ گیا۔ جہاں میں نے پوری سرگرمی سے غریبوں کی اور خصوصاً خاکروبوں، مسلم آبادیوں میں تعلیم بالغاں کے مراکز اور شفاخانے وغیرہ قائم کیے۔ یہاں میری زندگی میں ایک انقلاب شروع ہوا۔ ہوا یہ کہ کراچی میں چند تعلیم یافتہ مسلمانوں سے ملاقات ہوئی جن سے بحث کے دوران میرے عقائد متزلزل اور پھر علم کی عمارت ڈانواں ڈول ہونے لگی۔ میں نے دوبارہ بائبل کا لفظ بلفظ مطالعہ کیا۔ چاروں انجیلیں غور سے پڑھنی شروع کیں تو معلوم ہوا کہ کیتھولک اور پروٹسٹنٹ دونوں انجیلوں میں محمد ﷺ کی بشارت دی گئی ہے۔ اب میں نے مسیحی علماء اور یہودی علماء سے تبادلہ خیالات شروع کیا۔ کراچی میں یہودیوں کے بعض علماء سے یہودی عقائد، مسیحی عقائد اور مسلم عقائد پر بات چیت کی۔ پادری عالموں سے بھی تبادلہ خیال ہوا لیکن میری تسلی نہ ہوئی۔

اسی دوران ایک مسلمان دوست نے مجھے مولانا مودودی کی تفسیر ''تفہیم القرآن'' مطالعے کے لیے دی۔ تفہیم کے مطالعے کے بعد معلوم ہوا کہ نبی آخر الزمان ﷺ کی نبوت پر ایمان لانے کی بشارتیں انجیل مقدس میں خاصے اہتمام اور وضاحت سے پائی جاتی ہیں۔ اور عقیدہ تثلیث مسیح علیہ السلام کی تعلیم کے سراسر خلاف ہے۔ خود انجیل عقیدہ تثلیث والوہیت مسیح کو رد کر رہی ہے۔ اب میری ملاقاتیں مسلم دوستوں سے بڑھتی جا رہی تھیں۔ اگرچہ میں بظاہر

عیسائی تھالیکن دل میں تقریباً مسلمان ہو چکا تھا۔ میرے افسران بالا کو میری اس تبدیلی کا کچھ شک ہوا تو انہوں نے مجھے تبلیغی کام کے بجائے دفتری کام پر لگا دیا اور بعد میں سزا کے طور پر مجھے میر پور خاص بھیج دیا۔ یہاں سے مجھے دو ماہ کے لیے بائبل کی مزید تعلیم و تربیت کی خاطر ڈیرہ اسماعیل خان بھیجا جانا تھا۔ لیکن اللہ نے میری مدد کی اور میں نے میر پور خاص آنے کے ایک ماہ بعد ہی ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں حاضر ہو کر حلف نامہ داخل کرا دیا اور اسلام قبول کر لیا۔ اللہ کا شکر ہے کہ اب میں مسلمان ہوں۔ میرا دین اسلام ہے۔

محمود نور ننگٹن (انگلستان)

میں انگلستان کے ایک عیسائی گھرانے میں پیدا ہوا، مگر بلوغت کی عمر تک پہنچتے پہنچتے مکمل طور پر دہریہ ہو گیا۔ تعلیم سے فارغ ہو کر میں نے برطانیہ کی شاہی بحریہ میں ملازمت کر لی۔ عدن میں ایک سال تک مقیم رہا۔ میں زندگی میں پہلی مرتبہ گھر سے اتنی دُور آیا تھا۔ گھر میں میری نو بیاہتا بیوی اکیلی تھی اور میں اطمینان سے اس کے پاس بھی نہیں رہ سکتا تھا۔ تھوڑے ہی عرصے کے بعد بیوی کا خط ملا کہ عنقریب آپ ایک بچے کے باپ بننے والے ہیں۔ قدرتی طور پر مجھے بے پناہ خوشی ہوئی۔ لیکن مسرت کا یہ احساس بہت عارضی ثابت ہوا۔ حالات نے ایک ایسی کروٹ بدلی کہ میرے دل و دماغ رنج و آلام کی غیر معمولی گرفت میں آ گئے۔ مجھ پر راتوں کی نیند حرام ہو گئی اور دنوں کا سکون لٹ گیا۔ خواب آور ادویہ بھی مجھے سکون بخشنے سے عاری تھیں۔ تنگ آ کر میں نے شراب نوشی شروع کر دی مگر اس سے بھی اعصاب کے شدید تناؤ میں کوئی فرق نہ آیا۔ آخر چارہ کار کے طور پر میں نے مذہب کا سہارا لیا۔ اور دوبارہ عیسائی ہو گیا لیکن مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ گرجے کی حاضری اور بائبل کا مطالعہ بھی مجھے کوئی افاقہ نہ دے سکا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بے خوابی، اعصابی دباؤ اور ذہنی گھٹن نے مجھے بالآخر بیمار کر دیا اور میں ہسپتال کے ایک بستر پر پہنچ گیا۔ ہسپتال سے واپس آیا تو زندگی کا سب سے بڑا انقلاب میرا منتظر تھا۔ ایک بڑے جہاز کے ایک مسلمان باورچی علی سے تعارف ہوا۔ وہ صومالیہ کا رہنے والا تھا اور وہ مجھ سے خاص محبت اور اشتیاق سے پیش آتا۔ میرے دل میں بھی اس کے لیے نرم گوشہ پیدا ہو گیا۔ ایک روز باتوں باتوں میں کہنے لگا: جناب آپ اسلام کا مطالعہ ضرور

کریں۔ اسلام کا مطلب کیا ہے؟ میں نے تجسس سے دریافت کیا: ''امن وسلامتی'' علی کا جواب بڑا سادہ تھا۔ وہ انگریزی روانی سے نہیں بول سکتا تھا لہٰذا اُس نے ایک اور مسلمان کو بلایا جس نے وضاحت سے بتایا کہ اسلام پیامبر امن ہے اور دنیا میں امن وسلامتی کی فضا قائم کرنا چاہتا ہے۔

علی اور اس کے ساتھی کی باتوں نے میرے دل میں گہرا اثر کیا۔ میں دلی اطمینان اور ذہنی سکون کا متلاشی تھا۔ اس لیے اسلام کے اس پہلو نے بطور خاص متاثر کیا کہ یہ سکون و قناعت کا علمبردار ہے۔ یہ نعمتیں عیسائیت میں ناپید ہیں۔ یہ مذہب تحریف وتغیر سے محفوظ نہیں رہا اور انسانی راہنمائی کے اعتبار سے نامکمل ہے۔ دنیا میں کتنے ہی ملکوں میں خود عیسائیت کے پیروکار ایک جگہ مل کر عبادت نہیں کر سکتے کیونکہ ان میں رنگ ونسل کا اختلاف ہوتا ہے اور گوری رنگت کے عیسائی کالے عیسائیوں کو گرجے میں جانے کی اجازت نہیں دیتے۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں یہ مذہب پوری نوع انسانی کی رہنمائی کیسے کر سکتا ہے اور دنیا کو امن وآشتی کا پیغام کیسے دے سکتا ہے؟

عدن میں فرائض کی مقررہ مدت گزار کر میں واپس انگلستان آ گیا۔ ذہن کی کیفیت ہنوز وہی تھی اور دل میں اسلام کے لیے دلچسپی کا بھی وہی عالم تھا۔ مجھے رہ رہ کر وہ منظر یاد آتا جب علی نور خضوع وخشوع سے نماز پڑھ رہا ہوتا۔ چنانچہ جب بھی میں اکیلا ہوتا بے اختیار اس کی نقل کرنے لگتا۔ اللہ سے دعا بھی خوب مانگتا کہ الٰہی میرا دل کھول دے اور میری زندگی کو صراطِ مستقیم پر ڈال دے۔ قرآن کے مطالعہ میں ''سلام'' کے لفظ نے بہت متاثر کیا۔

میں ایک روز پاکستانی کریانہ فروش کی دکان پر کھڑا تھا کہ ایک اور مسلمان آیا اور دکاندار سے السلام علیکم کہہ کر مخاطب ہوا۔ ان لفظوں نے سماعت میں مصری گھول دی۔ میں خوشی سے جھوم اٹھا۔ یوں لگا جیسے مدت کے بعد کوئی کھوئی ہوئی چیز مل گئی ہے۔ میں نے دکان کے مالک سے دوستی کر لی، اس نے مجھے ایک قریبی مسلم تنظیم کا پتہ دیا چنانچہ میں پورٹ ساؤتھ کے اسلامی مدرسے میں گیا اور شیخ عالم ریامی (ناظم مدرسہ) سے ملا۔ میں نے ان سے کھل کر گفتگو کی۔ بہت سے سوالات بھی کیے اور آخرکار مجھے یقین ہو گیا کہ اسلام ہی دین حق ہے اور یہی وہ

راستہ ہے جو سچے امن وسلامتی کا علمبردار اور پاسباں ہے۔ چنانچہ میں نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہوگیا۔ الحمد للّٰہ رب العٰلمین۔

مریم جمیلہ کے اسلام لانے کی داستان

محترمہ مریم جمیلہ نیویارک (امریکہ) کے ایک یہودی خاندان میں پیدا ہوئیں۔ قبولِ اسلام سے قبل ہی وہ عام امریکہ ویہودی خواتین کی ڈگر سے ہٹ کر پاکیزہ طور واطوار اور باوقار زندگی کی حامل تھیں۔

مسلمان ہونے کے بعد وہ پاکستان آگئیں اور انہوں نے غیر معمولی قسم کی قابل قدر علمی ودینی خدمات انجام دی ہیں۔ اب تک ان کی ایک درجن سے زیادہ انگریزی تصانیف منظر عام پر آچکی ہیں جو اپنی وقعت، سند اور مضامین وخیالات کی گہرائی ومعنویت اور وسیع اثرات کی وجہ سے دنیا بھر کے علمی حلقوں سے خراج تحسین وصول کرچکی ہیں۔

محترمہ مریم جمیلہ کہتی ہیں کہ قرآن مجید سے میرا تعارف عجیب وغریب طریقے سے ہوا۔ میں بہت چھوٹی تھی جب میرے کانوں کو موسیقی سے غیر معمولی رغبت ہوگئی اور کلاسیکل اور پیرا کے ریکارڈ پہروں میری سماعت کو لوریاں دیتے رہتے۔ گیارہ برس کی تھی جب ایک روز محض اتفاق سے میں نے ریڈیو پر عربی موسیقی سن لی جس نے دل ودماغ کو مسرت کے ایک عجیب احساس سے بھر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میں فرصت کے لمحوں میں بڑے اشتیاق سے عربی موسیقی سنتی۔ میں اپنے والد کے ساتھ نیویارک کے شامی سفارت خانے میں گئی اور عربی موسیقی کے بہت سے ریکارڈ لے آئی۔ انہی میں سورہ مریم کی بے حد دلنواز اور فردوس گوش تلاوت بھی تھی۔ جو امِ کلثوم کی نہایت سریلی آواز میں ریکارڈ کی گئی تھی۔ (یاد رہے ام کلثوم بنیادی طور پر قاریہ تھی۔ اس بدبخت نے گلوکارہ کا ذلیل پیشہ بعد میں اختیار کیا) اگرچہ میں ان گیتوں کے فہم سے بے خبر تھی مگر عربی زبان کی آوازوں اور سُروں سے مجھے بے پناہ محبت ہوگئی تھی۔ سورہ مریم کی تلاوت تو مجھے مسحور کردیتی تھی۔

میں نسلاً یہودی تھی۔ اس لیے یہودیت کا مطالعہ کرتے ہوئے جب میں نے محسوس کیا کہ اسلام تاریخی اعتبار سے اس کے قریب ہے تو فطری طور پر اسلام اور عربوں کے بارے

میں جاننے کا اشتیاق پیدا ہوا اور عربی زبان کی محبت نے اس اشتیاق کو دو چند کر دیا۔

۱۹۵۳ء کی ایک شام میری والدہ نے پبلک لائبریری جاتے ہوئے مجھ سے پوچھا کہ میں کوئی کتاب تو نہیں منگوانا چاہتی؟ مَیں نے قرآن کے ایک نسخے کی فرمائش کی اور وہ آتے ہوئے جارج سیل کا ترجمہ لے آئیں اور قرآن سے میرے رابطے کی ابتدا ہوئی۔

جارج سیل اٹھارھویں صدی کا عیسائی عالم اور مبلغ تھا مگر سخت متعصب اور تنگ نظر۔ اس کے ترجمے کی زبان الجھی ہوئی اور مشکل ہے۔ قرآن مجھے بائبل کی بے ہنگم کہانیوں سے کچھ ہی بہتر نظر آیا مگر میں نے اس کا مطالعہ ترک نہ کیا۔

محترمہ مریم جمیلہ کہتی ہیں: میں اعتراف کرتی ہوں کہ ہر نکتے پر میرے اندر اسلام کی مخالفت کا جذبہ دم توڑتا گیا اگرچہ یہ بات ناممکن لگتی تھی مگر میں یہ تسلیم کیے بغیر نہ رہ سکی کہ انسانی تاریخ میں مکمل انقلاب ایک فرد واحد محمد ﷺ ہی نے برپا کیا تھا جبکہ بیسوی صدی کے تمام تر وسائل کے باوجود آج کی بہترین حکومتیں اس انقلاب کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکیں اور تہذیبی و فکری اصلاح کے لیے اسلام کی مرہون منت ہیں۔

میں نے کئی کتابوں کا مطالعہ کیا جن میں ''ریلیجن اسلام'' ''محمد اینڈ کرسٹ'' اور ''سورسز آف کرسچینیٹی'' قابل ذکر ہیں۔ آخر الذکر کتاب کے مطالعے سے انکشاف ہوا کہ عیسائیت اور قدیم بت پرستی کے درمیان حیرت انگیز مشابہت پائی جاتی ہے۔ پھر میں نے قرآن مجید کا مطالعہ بھی کیا۔ شروع میں غیر معمولی تکرار کا احساس ہوا۔ یہ بھی نہیں معلوم کہ میں اس سے کوئی اثر قبول کرتی تھی یا نہیں، مگر یہ ضرور محسوس ہوا کہ قرآن نہایت خاموشی سے روح پر اثر انداز ہوتا ہے۔ راتوں پر راتیں بیت گئیں اور میں نے قرآن کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ تاہم میں یہ سوچ کر اکثر حیرت میں ڈوب جاتی کہ ایک انسان پوری نوع انسانی کو مکمل رہنمائی کیسے دے سکتا ہے؟ مسلمان کبھی دعویٰ نہیں کرتے کہ محمد ﷺ فوق البشر تھے۔ مجھے یہ بھی پتہ چل گیا کہ اسلامی عقیدہ کے مطابق تمام پیغمبر انسان ہوتے ہیں، وہ ہر قسم کے گناہ سے محفوظ ہوتے ہیں اور یہ کہ وحی کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ بنی اسرائیل کے پیغمبروں پر بھی وحی اترتی رہی ہے بالکل اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام بھی پیغمبر تھے۔ یہاں ایک نیا سوال میرے ذہن میں پیدا ہوا کہ پھر

بیسویں صدی میں کوئی پیغمبر کیوں نہیں ہوا؟ اس کا جواب مجھے قرآن سے مل گیا کہ محمد (ﷺ) اللہ کے آخری پیغمبر اور نبی تھے ذہن نے بھی یہ بات قبول کی۔ واقعی مناسب بھی یہی تھا کہ جب قرآن جیسی کتاب اپنی مکمل صورت میں موجود ہے جو ہر معاملے میں انسان کی راہنمائی کر رہی ہے اس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ نے لیا ہے تو اس صورت میں کسی نئے پیغمبر یا نئی کتاب کی ضرورت بھی کیا ہے؟

اسلام کے بارے میں خاصی معلومات حاصل کر لینے کے باوجود میرا ذہن ان تعصّبات سے چھٹکارا حاصل نہ کر سکا تھا جو عیسائی مصنفین نے ہر طرف پھیلا دیے تھے۔ مثال کے طور پر اب تعدد ازدواج (Polygamy) کے نظریے نے مجھے پریشان کر دیا۔ میں نے سوچا کہ کم از کم اس معاملے میں مغرب نے اسلام پر ضرور سبقت حاصل کی ہے اور یک زوجی Monogamy کا نظریہ فطری بھی ہے اور ترقی پسندانہ بھی، اس کا ذکر میں نے ایک مسلمان دوست سے کیا تو انہوں نے متعدد اخباری تراشوں اور مضمونوں کی مدد سے مجھے مغربی یک زوجی تصویر دکھا دی کہ کس طرح قانونی بیوی تو ایک ہوتی ہے مگر مرد اس کے علاوہ بیک وقت دس دس عورتوں سے تعلقات قائم کر لیتا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ Dear Sir کے عنوان سے ایک ریڈیو پروگرام میں ایک غیر شادی شدہ انگریز لڑکی نے لگی لپٹی رکھے بغیر برملا کہہ دیا تھا کہ ''تعدد ازدواج کو قانونی صورت دی جانی چاہیے اور وہ تنہا زندگی گزارنے کے مقابلے میں خاوند کی کسی بھی قانونی بیوی کے ساتھ رہنے کو ترجیح دے گی۔'' مجھے بتایا گیا کہ اسلام میں تعددِ ازدواج پر کسی کو مجبور نہیں کیا جاتا۔ لیکن چونکہ یہ مذہب ایک مکمل ضابطہ حیات پیش کرتا ہے، اس لیے ایک سے زیادہ بیویاں نکاح میں لائی جا سکتی ہیں۔

یہ مرحلہ طے ہوا تو اسلام میں طریق عبادت کا مسئلہ سامنے آ کھڑا ہوا۔ آخر نمازوں کی اتنی کثرت میں کیا تک ہے اور ان کا تواتر تو بالکل بے معنی لگتا ہے۔ میرے مسلمان دوست نے اس کا برجستہ جواب دیا: ''موسیقی کی اس پریکٹس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جس میں تم لوگوں کا جی چاہے نہ چاہے ضرور حصہ لیتے ہو اور روزانہ آدھ گھنٹہ اس میں صرف کرتے ہو۔ یورپ میں لوگوں نے موسیقی کو روحانی غذا قرار دے دیا ہے اور بالکل یہی معاملہ اسلامی

عبادت کا ہے۔ حالانکہ موسیقی سکون حاصل کرنے کا ایک مصنوعی اور عارضی طریقہ ہے جبکہ عبادت انسانی فطرت کا تقاضا ہے اور دیرپا اثرات کی حامل ہے، میرے مسلمان دوست نے بتایا کہ عبادت اللہ کے فائدے کے لیے نہیں کی جاتی، اس کے فوائد خود انسانی ذات کو پہنچتے ہیں۔

یوں مرحلہ وار اسلامی صداقت کی قائل ہوئی اور آخر کر اسلام قبول کر لیا۔ میں نے فیصلہ مکمل ذہنی وقلبی اطمینان کے ساتھ کیا۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ میرا جذباتی فیصلہ ہے بلکہ تقریباً دو سال تک میں نے ایک ایک معاملے پر غور وخوض کیا ہے۔ ایک ایک بات کو عقل کی کسوٹی پر پرکھا ہے اور جب میں نے یقین حاصل کر لیا ہے کہ اسلام وہ زرِ خالص ہے جو ہر معیار پر پورا اُترتا ہے تو میں نے اسے شرح صدر کے ساتھ قبول کر لیا ہے۔ الحمدللہ۔

سید مودودی کی دعوت پر پاکستان آ گئی۔ ان کی بیٹیاں میری ہم عمر تھیں ان کے گھر میں مجھے ماں باپ اور بہن بھائیوں کا پیار ملا۔ سید صاحب نے شفقت پدری سے میری شادی بھی کر دی۔ اب میں مسلم خاتون کی حیثیت سے پاکستان میں رہائش پذیر ہوں۔

تثلیث اور پوپ کا گناہ معاف کرنا موسیٰ روبچونو گورا کے اسلام لانے کا باعث بنا

۱۹۴۵ء میں جب میری عمر چھ برس تھی، مجھے رومن کیتھولک چرچ میں بپتسمہ دیا گیا اور یوسناس کے نام سے موسوم ہوا۔ اس وقت میرے والدین لا مذہب تھے مگر وہ رومن کیتھولک عقیدہ میں دلچسپی ضرور رکھتے تھے کہ ہمارے علاقے میں یہی مذہب متعارف تھا۔ اس صورت میں عیسوی مذہب کے اختیار کرنے میں میرے ارادہ واختیار کا کوئی دخل نہ تھا۔

۱۹۵۹ء میں تاریخ کے گھنٹے میں پہلی مرتبہ مجھے اسلام اور عیسائیت کے بارے میں جاننے کا اتفاق ہوا اور میرے ذہن میں کچھ وسعت سی پیدا ہوئی۔ اس سے قبل میں مسلمانوں کو بے دین اور کافر سمجھتا تھا اور پروٹسٹنٹوں کو بھٹکی ہوئی بھیڑیں، مگر اب اسلام کے بارے میں تفصیل سے جاننے کی جستجو زور پکڑتی گئی مگر افسوس کہ مجھے اس کا کوئی موقع نہ ملا۔ عیسائیت کا مطالعہ کیا تو مارٹن لوتھر اور انگلستان کے ہنری ہشتم پر بات آ کر رُک گئی تاہم یہ سوال ذہن میں طوفان مچانے لگے:

۱۔ کیا یسوع مسیح خدا ہیں؟

۲۔ تثلیث کی کوئی حقیقت ہے، اس کے ثبوت کیا ہیں؟

۳۔ کیا پوپ کو واقعی وہ اختیارات حاصل ہیں جن کا وہ مدعی ہے؟ آخر کیسے؟

۴۔ پادری بخششِ گناہ کی ضمانت کیوں دیتے ہیں جبکہ مسیح نے ایسی کوئی بات نہ کی؟

۵۔ کیا بائبل بت پرستی کی اجازت دیتی ہے اگر ایسا نہیں تو پھر رومن کیتھولک چرچ میں ایسا کیوں ہوتا ہے؟

۶۔ مریم کو خدا کی ماں کیوں کہا جاتا ہے جبکہ مسیح نے اسے کبھی اس نام سے یاد نہیں کیا۔

ان سوالوں کے جواب قرآن نے دیے ہیں:

۱۔ ﴿ إِذْ قَالَتِ الْمَلَٰٓئِكَةُ يَٰمَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ٱسْمُهُ ٱلْمَسِيحُ عِيسَى ٱبْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا فِى ٱلدُّنْيَا وَٱلْءَاخِرَةِ وَمِنَ ٱلْمُقَرَّبِينَ ﴾

(۳/ آل عمرٰن: ۴۵)

''جب فرشتوں نے کہا: مریم! اللہ تجھے اپنے ایک کلمے کی خوشخبری دیتا ہے۔ جس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہے۔ جو دنیا و آخرت میں عزت والا ہوگا اور وہ مقربین میں سے ہے۔''

۲۔ ﴿ لَّقَدْ كَفَرَ ٱلَّذِينَ قَالُوٓا۟ إِنَّ ٱللَّهَ ثَالِثُ ثَلَٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّآ إِلَٰهٌ وَٰحِدٌ ۚ وَإِن لَّمْ يَنتَهُوا۟ عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى ٱللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَهُۥ ۚ وَٱللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ مَّا ٱلْمَسِيحُ ٱبْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ ٱلرُّسُلُ وَأُمُّهُۥ صِدِّيقَةٌ ۖ كَانَا يَأْكُلَانِ ٱلطَّعَامَ ﴾ (۵/ المائدۃ: ۷۳۔۷۵)

''وہ لوگ قطعاً کافر ہو گئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے۔ دراصل اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اگر یہ لوگ اپنے اس قول سے باز نہ رہے تو ان میں سے جو کفر پر رہیں گے انہیں دردناک عذاب ضرور پہنچے گا، یہ لوگ کیوں اللہ کی طرف نہیں جھکتے اور کیوں استغفار نہیں کرتے؟ اللہ تو بہت ہی بخشنے والا اور بڑا ہی

مہربان ہے۔ مسیح ابن مریم پیغمبر ہونے کے سوا اور کچھ نہیں، ان سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر ہو چکے ہیں۔ ان کی والدہ ایک راست باز عورت تھیں، دونوں (ماں بیٹا) کھانا کھایا کرتے تھے۔''

۳۔ ﴿ وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ۖ ذَٰلِكَ قَوْلُهُم بِأَفْوَاهِهِمْ ۖ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَبْلُ ۚ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ ۚ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ۞ اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَٰهًا وَاحِدًا ۖ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۞ ﴾ (۹/ التوبۃ: ۳۰۔۳۱)

''یہود کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ قول ان کے منہ کی بات ہے۔ اگلے منکروں کی بات یہ بھی نقل کرنے لگے۔ اللہ انہیں غارت کرے۔ وہ کیسے پلٹائے جاتے ہیں۔ ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنالیا ہے اور مریم کے بیٹے مسیح کو بھی۔ حالانکہ انہیں صرف ایک اکیلے اللہ کی عبات کا حکم دیا گیا تھا۔ جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ شریک مقرر کرنے سے پاک ہے۔''

انہی دنوں ایک اور مسلمان سے میرا تعارف ہو گیا۔ یہ مسلمان بھی اپنے مذہب پر بہت ناز کرتا تھا۔ میں نے وجہ دریافت کی تو کہنے لگا: ''میرا مذہب بالکل سچا ہے اس کے عقائد بڑے ہی سادہ ہیں۔ ان میں کوئی ایچ پیچ نہیں اور ہم ہُو بہُو اسی انداز میں عبادت کرتے ہیں جس میں ہمارے پیغمبر محمد ﷺ کیا کرتے تھے۔''

میرے مسلمان دوست نے حوصلے، دردمندی اور ہمدردی سے اسلامی تعلیمات کی وضاحت کی۔ مجھے بڑی حیرت ہوئی اور مسرت بھی کہ یہاں کسی قسم کی کوئی پیچیدگی تھی نہ الجھن، تضاد بیانی تھی نہ توہّم پرستی۔ یہی باتیں میرے دل میں اُتر گئیں۔ مَیں اس دوست کے پاس تین مہینے تک ٹھہرا رہا۔ اسلام کے بارے میں میرا ذہن صاف ہو گیا تھا۔

روزگار نے مجھے اس دوست سے بھی جدا کر دیا۔ جنوری ۱۹۶۴ء میں ایک اور مقام پر

میری ایک ایسے مسلمان سے شناسائی ہوئی جو پہلے دونوں مسلمانوں سے زیادہ پڑھا لکھا تھا۔ اس نے میرے ذہن سے اسلام کے بارے میں رہے سہے شبہات بھی کھرچ ڈالے۔ میں نے چرچ جانا چھوڑ دیا۔ زیادہ وقت سوچ بچار اور اپنے آپ کو سمجھانے میں صرف ہوتا۔ ایک ماہ تک یہی کیفیت رہی، میں اس حتمی نتیجے پر پہنچ گیا کہ اسلام ہی اللہ کا سچا دین ہے اور اب اس سے دُور رہنا بدقسمتی کے سوا کچھ نہیں۔ چنانچہ ۲۳ فروری ۱۹۶۴ء کو میں نے مسلمانوں کے ایک اجتماع میں اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔ میرا اِسلامی نام موسیٰ رکھا گیا۔

اسلام میں انسانی عقل کا احترام ڈاکٹر ہارون مصطفیٰ کا ذریعہ اسلام بنا

ڈاکٹر ہارون مصطفیٰ لیون (انگلستان) کہتے ہیں، مجھے اسلامی تعلیمات کے جس پہلو نے سب سے زیادہ متاثر کیا اور جو مجھے بالآخر اس مقدس حلقے میں کھینچ لایا وہ انسانی عقل کا احترام ہے۔ اسلام زندگی کے اس شعبے یعنی عقل یا غور وفکر کو بہت اہمیت دیتا ہے اور اپنے پیرو کاروں سے اندھی عقیدت اور جاہلانہ پرستش کا ہرگز مطالبہ نہیں کرتا جبکہ اس کے برعکس عیسائیت سمیت دیگر مذاہب اپنے ماننے والوں سے توقع رکھتے ہیں کہ بغیر سوچے سمجھے اور عقل کو درمیان میں نہ لائے اور آنکھیں بند کر کے ''چرچ'' کی اطاعت کی جائے۔ اسلام ہر شخص کو دعوتِ عام دیتا ہے کہ اس کے حلقے میں داخل ہونے سے پہلے وہ عقل کو پوری طرح بروئے کار لا کر تحقیق، تجسس اور جستجو کے سارے تقاضے پورے کرے۔

۱۔ ﴿ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ﴾ (۳/ اٰل عمرٰن:۱۹۰)

''بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات دن کے بدلنے میں عقلمندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔''

اللہ کائنات کے نظام میں غور وفکر کا حکم دے رہا ہے۔ اس غور وفکر سے ایجادات ہوں گی اور اللہ کی وحدانیت اور عظمت کی سمجھ آئے گی۔ لیکن عقل سے عاری بندے غور وفکر کے قریب بھی نہیں پھٹکتے۔

۲۔ ﴿ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴾ (۳۰/ الروم:۲۸)

''ہم عقل رکھنے والوں کے لیے اسی طرح کھول کھول کر آیتیں بیان کر دیتے ہیں۔''

۳۔ ﴿ وَمَا يَعْقِلُهَآ إِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴾ (۲۹/ العنکبوت:۴۳)

''ان باتوں کی عقل اہل علم ہی کو ہے۔''

۴۔ اور وہ لوگ جو اندھی تقلید کرتے ہیں اور اپنے ذہن وفکر سے کام نہیں لیتے۔قرآن انہیں ایسے گدھے سے تمثیل دیتا ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہیں:

﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ﴾

(۶۲/ الجمعۃ:۵)

اسلام کی انقلابی روح یوسف مظفر الدین (امریکہ) کے اسلام لانے کا باعث بنی

یوسف مظفر الدین شمالی امریکہ کی اسلامک پارٹی کے بانی چیئرمین ہیں جس کی بنیاد ۱۹۷۱ء میں رکھی گئی۔ وہ پولیٹیکل سائنس کے استاد رہے ہیں اور پیشہ کے اعتبار سے پبلشر ہیں۔اسلامک پارٹی صحیح العقیدہ امریکی مسلمانوں کی سب سے بڑی،سب سے فعال اور سرگرم جماعت ہے اور سیاست، مذہب، تعلیم اور رفاہ عامہ کے معاملے میں قابل قدر خدمات انجام دے رہی ہے۔ یوسف مظفر الدین نے سترہ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا تھا۔ وہ شعلہ بیان خطیب، پُر جوش مبلغ اور انقلابی راہنما ہیں۔مطالعے کے بے پناہ شوقین ہیں اور اب تک صرف اسلامی معیشت پر پانچ سو منتخب کتابیں پڑھ چکے ہیں۔ وہ اسلامی دنیا کا وسیع مطالعاتی دورہ بھی کر چکے ہیں۔ اکتوبر ۱۹۷۷ء میں یوسف مظفر الدین نے اپنے خاندان کے ہمراہ پاکستان کا دورہ کیا۔مشہور ہفت روزہ ''زندگی'' لاہور کے رکن ادارہ، ہارون الرشید صاحب نے ان سے انٹرویو کیا۔ذیل کی تحریر اسی انٹرویو سے ماخوذ ہے۔

''میرا تعلق امریکہ میں آباد ایک افریقی خاندان سے ہے جس نے صدیوں پہلے مسیحیت قبول کر لی تھی۔ میرے والد اور والدہ دونوں مشنری تھے اور مذہب سے گہری وابستگی رکھتے تھے۔میں خود بھی اللہ کے وجود اور محض انسانیت کی فلاح پر اعتقاد رکھتا تھا۔اس لحاظ سے شروع ہی سے ایک مذہبی آدمی تھا لیکن سیاسی ذوق بھی رکھتا تھا چنانچہ نوعمری ہی میں مَیں نے

افریقیوں کی تحریک آزادی میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ یہیں سے اس خلش کا آغاز ہوا جو بالآخر مجھے اسلام کے دامن میں لے گئی۔ مسیحی مذہب بائبل کی ہدایت کے مطابق مجھے سیاست میں حصہ لینے سے روکتا تھا کہ وہ محض عبادت اور خدا سے تعلق کا نام ہے۔ میرے سامنے دو راستے تھے۔ سچا عیسائی بن کر ہمیشہ کے لیے سیاست کو خیر باد کہہ دیتا یا قوم پرست بن کر مذہب سے ناطہ توڑ لیتا۔ آج تک لاکھوں کروڑوں انسان ان دو میں سے ایک کا انتخاب کر چکے ہیں۔ یا اس تضاد کو کسی نہ کسی طرح نبھاتے چلے آ رہے ہیں لیکن میرے لیے ایسا کرنا ممکن نہ تھا۔ میں تضادات کو ساتھ لے کر نہیں چل سکتا تھا۔ میں نے دوسرے مذاہب اور کمیونزم کا مطالعہ شروع کیا۔ کمیونزم کے سلسلے میں تو مجھے وہی پہلی دقت پیش آئی کہ وہ میرے روحانی تقاضوں کا کوئی جواب نہیں دیتا۔ اسلام کا مطالعہ کیا تو راستے روشن ہونے لگے۔ الجھی ہوئی ایک ایک گرہ سلجھنے لگی۔ میں نے مسلمانوں کے ساتھ اپنے رابطے اور مطالعے سے معلوم کیا کہ اسلام مذہب نہیں بلکہ دین ہے، مکمل نظام زندگی، تب مجھے احساس ہوا کہ اب تک کی ساری زندگی میں نے تاریکی میں گزار دی ہے۔ حقیقی راستہ تو وہ ہے جو اب نظر آیا ہے۔ اسلام کی صورت میں مجھے منزل کا سراغ مل گیا۔ ذہن میں پیدا ہونے والے سب سوال اور سب عقدے حل ہو گئے۔ سارے اندیشے اور سارے وسوسے ختم ہو گئے۔ دین اسلام میری سیاسی اور انقلابی سرگرمیوں میں رکاوٹ نہیں ڈالتا تھا، انہیں اور مہمیز کرتا تھا۔ یہ ۱۹۶۱ء کی بات ہے میری عمر صرف سترہ برس تھی جب میں نے شرح صدر کے ساتھ اسلام قبول کر لیا۔

اسلام کے جس پہلو نے مجھے بطور خاص متاثر کیا وہ اس کی انقلابی روح تھی۔ عصر حاضر کے پیچیدہ مسائل کو اسلام کی روشنی میں دیکھنے اور اسلامی انقلاب کے طریق کار کو سمجھنے کے لیے الاخوان المسلمون کے شیخ امام حسن البنا، سید مودودی اور سید قطب کی بعض کتابوں سے راہنمائی حاصل کی۔ ان کتابوں نے بتایا کہ مشرقِ وسطیٰ اور پاکستان میں اسلامی انقلاب کا قافلہ کن مرحلوں سے گزر رہا ہے اور انقلاب کے اس قافلے نے اپنے لیے کونسا راستہ چنا ہے، تب امریکہ میرے لیے کانٹوں کا بستر بن گیا۔ میرے اردگرد ایک ایسا ماحول پھیلا ہوا تھا جو یکایک اجنبی ہو گیا۔ بالآخر میں نے بوریا بستر باندھا اور ۱۹۶۷ء میں سعودی عرب آ گیا جہاں

مدینۃ النبی کی دینی یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا اور حجاز کے نامور اساتذہ سے دین کا فہم حاصل کرنے کی کوششوں کا آغاز کیا۔ یہاں کچھ عرصہ قیام کیا اور واپس امریکہ چلا گیا جہاں میں اہلِ اسلام کو منظم کرنے میں مصروف ہوں۔

محمد قاسم (پرمود کیسوانی) کے قبول اسلام کا ایمان افروز واقعہ

میرا پرانا نام پرمود کیسوانی ہے۔ میں گوہاٹی کے کائستھ گھرانے میں ۱۷ جنوری ۱۹۷۴ء کو شری ہنس راج کیسوانی کے گھر میں پیدا ہوا۔ ابتدائی تعلیم انگریزی میڈیم سکول میں ہوئی، پھر گوہاٹی سے کمپیوٹر سائنس میں بی ایس سی کیا، اس کے بعد دہلی سے کمپیوٹر سائنس میں ایم ایس سی میں گولڈ میڈل حاصل کیا اور نیویارک میں کمپیوٹر سافٹ ویئر میں پی ایس ڈی کیا۔ میرے بڑے بھائی ڈاکٹر ونود کیسوانی بہت اچھے سرجن ہیں اور نیویارک میں رہتے ہیں۔ میرے والد سائنس کے لیکچرر تھے۔ میرے نیویارک کے قیام کے دوران ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ اب آج کل میں امریکہ کی ایک سافٹ ویئر کمپنی کی گڑگاؤں برانچ کا ڈائریکٹر ہوں۔

مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنی ہدایت کا کرشمہ دکھا کر اس زمین سے اوپر ایک الگ عالم میں ۶ فروری ۲۰۰۳ء کو ہدایت سے نوازا۔ میں نے ایسی جگہ اسلام قبول کیا کہ شاید پوری دنیا میں بس ہم دو لوگوں کے علاوہ کسی کو وہاں ہدایت نہ ملی ہو۔ بچپن سے ہمارا گھرانہ ہندو مذہبی گھرانہ تھا۔ ہمارے دادا لکھنو کے رہنے والے تھے۔ وہ ملازمت کے سلسلے میں گوہاٹی چلے گئے اور وہیں پر مقیم ہو گئے۔ انگریزی میڈیم سکول میں پڑھ کر میرا مذہب سے تعلق ذرا کمزور پڑا۔ پھر دہلی میں کچھ ایسا ماحول ملا کہ وہاں مذہب کی بات کرنا تو گویا دیہاتی اور گنوار یا بنیاد پرست ہونا سمجھا جاتا تھا۔ جب میں نیویارک چلا گیا تو میرے نیویارک کے قیام کے دوران ۱۱ ستمبر (۲۰۰۱ء) کا واقعہ پیش آیا۔ اس واقعے سے ٹی وی، اخبارات اور دوسرے میڈیا نے مسلمانوں کی دہشت گردی خصوصاً Islamic Terrorism کا بہت چرچا کیا۔ میرے ذہن میں اس وقت مسلمانوں کے سلسلے میں بس اتنی بات تھی کہ مسلمان پرانے زمانے کی داستانوں پر یقین رکھنے والی ایک بے حقیقت اور پس ماندہ قوم ہے، مگر ۱۱ ستمبر کے بعد مسلمان کچھ اور ہیں، کیا ہیں، اسلام کیا ہے، اسے ماننے والے کیوں اس قدر اس سے تعلق رکھتے ہیں اور اتنی بڑی قربانیاں

کیوں دیتے ہیں، خصوصاً مسلمانوں اور اسلام سے دنیا کو کیا کیا خطرہ ہے اور یہ دنیا کے امن کے دشمن کس طرح ہیں؟ اس طرح کے سوالات عام طور پر مغربی دنیا خصوصاً امریکہ میں رہنے والوں کے دماغ میں اٹھ رہے تھے۔

اسلام قبول کرنے سے چھ روز پہلے میں نیویارک میں تھا۔ اپنی بھتیجیوں کو لے کر ایک پارک میں گھومنے گیا تو وہاں ایک داڑھی والے مسلمان ملے تو فوراً بچہ میرے پاس آ گیا اور ڈر سے بولا انکل! اسامہ ہے۔ بچے کے اس جملے سے آپ میری ذہنیت اور مغربی دنیا میں رہنے والے ہر آدمی کی کیفیت کو سمجھ سکتے ہیں۔

۶ جنوری ۲۰۰۳ء کو میں ایئر انڈیا کے جہاز پر سوار ہوا۔ تقریباً آخر تک میرے برابر والی سیٹ خالی رہی۔ بالکل اخیر میں ۲۰ منٹ پہلے میرے برابر والی سیٹ پر ایک مسلمان سجن (شریف آدمی) آئے۔ میں نے ان سے ہاتھ ملایا، ان سے تعارف حاصل کیا تو انہوں نے کلیم صدیقی اپنا نام بتایا۔ ان سے پتہ معلوم کیا تو انہوں نے بتایا کہ دہلی کے پاس رہتا ہوں۔ میں نے ان کا استقبال کیا اور چھیڑنے اور چٹکی لینے کے لیے کہا: ویری گڈ، بہت اچھا، میرا نام اسامہ ہے۔ شاید انہیں میری بات پر ہنسی نہیں آئی۔ انہوں نے تعجب سے پوچھا کہ آپ کا نام اسامہ ہے؟ میں نے کہا: اصل میں چار پانچ روز پہلے نیویارک میں اپنے بھتیجے کو لے کر پارک میں گھومنے گیا تھا۔ وہاں ایک داڑھی والے صاحب آ گئے تو بچہ ڈر کر بھاگا اور بولا انکل! اسامہ ہے۔ مولوی صاحب نے مجھے بعد میں بتایا کہ آپ کا طنز سن کر ذرا سی دیر تو میرا دل دُکھا، مگر میں نے دل میں سوچا کہ تین گھنٹے ساتھ بیٹھنا ہے، اگر اللہ نے لاج رکھی تو آج آپ کا نام اسامہ رکھ کر ہی جہاز سے اتریں گے۔

جہاز کے پرواز کرنے سے پہلے میں نے اپنا تعارف کرایا اور مولوی صاحب سے تعارف معلوم کیا تو انہوں نے بتایا کہ وہ یو اے ای میں ایک عربی اور اسلامی سینٹر چلاتے ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ پھر تو آپ مذہب کے بارے میں خوب جانتے ہوں گے؟

جہاز نے پرواز شروع کی۔ میں نے مولوی صاحب سے سوال کیا کہ یہ بتایئے کہ مذہب والے کہتے ہیں کہ اس سنسار کو بنانے والا اور چلانے والا ایک بھگوان (ایشور) ہے، وہ سنسار کا

بنانے والا کون ہے؟ مولوی صاحب نے کہا کہ آپ کمپیوٹر سائنس میں ڈاکٹر ہونے کے باوجود پرانے زمانے کی ایک جاہل بڑھیا جیسی بات بھی نہیں سمجھتے، جس سے جب کسی آپ جیسے نے سوال کیا کہ ماں! یہ بتا کہ اس سنسار کو بنانے والا اور چلانے والا کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ بیٹا! اس سارے سنسار کو چلانے والا صرف اور صرف ایک مالک ہے، سوال کرنے والے نے پوچھا کہ ماں! یہ بات آپ کس طرح کہتی ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ میرے چرخے نے مجھے یہ بات بتائی ہے۔ میں دیکھتی ہوں کہ میں چرخہ چلاتی ہوں تو چلتا ہے اور اگر رُک جاتی ہوں تو رُک جاتا ہے اور میں اکیلے چرخہ چلاتی ہوں تو چرخہ بھلی طرح چلتا ہے اور سوت کاتتا ہے اور اگر ایک چھوٹے بچے نے سوت کی اٹی کو ہاتھ لگایا تو سوت الگ اور سارا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ اس سے مجھے پتا لگا کہ جب ایک چھوٹا سا چرخہ بغیر کسی کے چلائے نہیں چلتا تو یہ کائنات، سورج، چاند، دن رات، گرمی، سردی اور برسات کا پورا چرخہ ضرور کوئی چلانے والا چلا رہا ہے۔ ضرور اس کا چلانے والا کوئی ہے اور وہ اکیلا ہے۔ اگر اس کے علاوہ کئی خدا ہوتے تو کائنات کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔ مولوی صاحب نے بتایا کہ قرآن حکیم نے اس حقیقت کو بیان کیا ہے کہ ایک معبود کے علاوہ کئی معبود ہوتے تو کائنات میں جھگڑا فساد ہو جاتا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ لَوْ كَانَ فِيهِمَآ ءَالِهَةٌ إِلَّا ٱللَّهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحَـٰنَ ٱللَّهِ رَبِّ ٱلْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴾ (۲۱/ الانبیاء:۲۲)

”اگر ان دونوں (زمین و آسمان) میں اللہ کے علاوہ کئی اور معبود ہوتے تو یہ دونوں درہم برہم ہو جاتے۔“

اگر کئی بھگوان ہوتے یا دیوی دیوتاؤں کو کچھ اختیار ہوتا تو روز آسمان زمین میں فساد رہتا۔ ایک کہتا کہ اب دن بڑا ہوگا، دوسرا کہتا کہ چھوٹا ہوگا۔ ایک کہتا کہ سردی ہوگی، دوسرا کہتا کہ نہیں گرمی ہوگی، ایک کہتا کہ بارش ہوگی دوسرا کہتا کہ نہیں دھوپ نکلے گی، ایک نے اپنے اپاسک (پوجا کرنے والے) سے کسی چیز کا وعدہ کر لیا تو دوسرا اُس کے خلاف کرنے کو کہتا، مگر ہم دیکھتے ہیں کہ سنسار کا سارا نظام اپنے نظم و ضبط کے ساتھ سلیقے سے چل رہا ہے یہ پورا نظام

یہ بتا رہا ہے کہ اس کا بنانے اور چلانے والا صرف اور صرف ایک مالک ہے۔

مولوی صاحب نے کہا کہ اس اکیلے مالک نے ساری دنیا کے سردار انسان کی فطرت میں یہ خوبی رکھی ہے کہ کسی بنی ہوئی چیز کو دیکھ کر اس کے بنانے والے کو پہچانتا اور اس کی بڑائی کو سمجھتا ہے۔ آپ دیکھیں جب آپ کوئی اچھا کھانا کھاتے ہیں تو کھانے کے ذائقے اور اچھائی سے زیادہ آپ کا ذہن اس طرف جاتا ہے کہ یہ کھانا کس نے بنایا؟ کوئی اچھا سلا ہوا کپڑا دیکھتے ہیں تو فوراً آپ کا سوال یہ ہوتا ہے کہ کس نے سیا ہے؟ کوئی اچھی تعمیر دیکھتے ہیں تو فوراً یہ خیال آتا ہے کہ یہ تعمیر کس نے کی ہے؟ غرض کسی مصنوع سے انسان اس کے صانع کو اور مخلوق سے اس کے خالق کو پہچاننے کا فطری جذبہ رکھتا ہے۔ ایسے بڑے سنسار کی ایسی پیاری پیاری چیزیں، یہ ستاروں سے جگمگ آسمان، یہ چاند اور سورج، یہ دن اور رات یہ، زمین، یہ پھل، یہ پھول، یہ پہاڑ، یہ سمندر، یہ جانور، یہ پرندے، پتنگے سب بتا رہے ہیں کہ اس کا بنانے والا کوئی بڑا حکیم اور علیم خدا ہے۔

مولوی صاحب کی اس سادہ مثال میں ایسی بڑی بات سمجھانے سے میں اندر سے بہت متاثر ہوا کہ یہ شخص مذہبی ہے مگر دلیل کے ساتھ بات کرنے والا ہے۔ میں نے ان سے دوسرا سوال کیا کہ چلیے یہ بات تو میرا دل اندر سے کہتا ہے کہ سنسار (کائنات) کا کوئی بنانے والا اور چلانے والا ہے۔ ایشور اور خدا ضرور ہے، مگر یہ بات تو کسی بھی طرح ٹھیک نہیں لگتی ہے کہ گیتا کو مانو، قرآن کو مانو، بائبل کو مانو۔ اس نے انسان کو عقل دی ہے۔ اپنی عقل سے سوچ لے اور مان لے۔ مولوی صاحب نے کہا: واہ جی واہ ڈاکٹر صاحب! آپ بھی خوب آدمی ہیں۔ واجپائی کو تو مانتے ہیں کہ بھارت کا کوئی چلانے والا ہے، مگر بھارت کے آئین کو نہیں مانتے۔ جب اس کائنات اور دنیا کا کوئی مالک ہے تو پھر اس کا قانون ہونا بھی ضروری ہے۔ انسان کے لیے زندگی گزارنے کا وہ قانون جو اکیلے مالک نے بنایا ہے، اسے مذہب کہتے ہیں، اس طرح مذہب کو مانے بغیر مالک اور خدا کو ماننے کا کوئی تصور ہی نہیں۔

مولوی صاحب نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب آپ کے لیے سب سے ضروری بات سمجھنے کی یہ ہے کہ وہ مالک ہے جس نے آپ کو اور سارے انسانوں کو پیدا کیا، وہ اس دنیا کا اکیلا مالک

اور بادشاہ ہے۔ جب وہ مالک اکیلا ہے تو وہ سچا قانون اور دین جو اُس کی طرف سے بھیجا گیا ہے، وہ بھی صرف ایک ہی ہو گا۔ انسان کو اللہ نے عقل دی ہے۔ یہ اس کی ذمے داری ہے کہ وہ اس اکیلے سچے مذہب کو معلوم کر کے اسے مانے اور اسی اللہ نے اپنی آخری کتاب میں یہ بات صاف صاف بتائی ہے کہ وہ سچا دھرم اور دین صرف اسلام ہے:

﴿ إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ﴾ (۳/ آل عمرٰن:۱۹)

جب سے آدمی پیدا ہوا ہے تب سے آج تک اسلام ہی اکیلا سچا دین ہے جو اِنسان اس اکیلے سچے مالک کو اور اس کے بنائے ہوئے سچے دین اسلام کو نہ مانے وہ غدار ہے اور اسے اس سنسار کی کسی بھی چیز سے فائدہ اٹھانے کا اختیار نہیں ہے۔ اسے اللہ کی زمین کی نیشنلٹی ہی نہیں ملے گی بلکہ غدار کی سزا پھانسی یا ہمیشہ کی جیل ہے۔ اس مالک کے یہاں بھی غیر مومن کو ہمیشہ کی جہنم کی جیل ہے اور اس دنیا میں بھی وہ جب چاہے سزا دے سکتا ہے، ورنہ موت کی چیک پوسٹ پر جب اس دیش سے آخرت کے دیش میں انسان جائے گا تو اللہ کا امیگریشن اسٹاف وہاں سب سے پہلے ایمان ہی کو چیک کرے گا۔ یہ کہہ کر مولوی صاحب نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ ڈاکٹر صاحب! آپ میرے ساتھ سفر کر رہے ہیں، یوں بھی میرا ایمان ہے کہ ہم سب ایک ماں باپ کی اولاد اور خونی رشتے کے بھائی ہیں اور اب تو آپ میرے ہم سفر ہیں اور ہم سفر کا بڑا حق ہوتا ہے، اس لیے آپ سے محبت کی بات کہتا ہوں کہ موت کا کچھ پتہ نہیں کب آجائے؟ اس لیے اس سے اچھا کوئی وقت نہیں ہو سکتا کہ آپ مسلمان ہو جایئے اور کلمہ پڑھ لیجیے۔ میں نے مولوی صاحب سے کہا کہ آپ کی باتیں تو مجھے بہت حکمت بھری لگ رہی ہیں اور میں ضرور سوچوں گا۔

مَیں نے مولوی صاحب سے کہا: آپ مجھے وقت دیجیے۔ مولوی صاحب نے کہا: وقت نکل چکا ہے، فوراً کلمہ پڑھیے اس لیے کہ امریکہ کا ایک طیارہ کولمبیا جاتے ہوئے ابھی چار روز پہلے گرا ہے۔ اگر ہمارا جہاز بھی اترتے ہوئے، اللہ نہ کرے! حادثے کا شکار ہو گیا تو پھر کہاں وقت رہے گا۔ دیر تک مولوی صاحب مجھے سمجھاتے رہے اور بار بار بے تاب ہو کر کہتے کہ دیر نہ کریں، جلدی مسلمان ہو جائیں، نہ جانے آپ کی موت آجائے یا میری موت واقع ہو

جائے۔

اسلام کے اکیلے سچے مذہب ہونے پر مولوی صاحب نے بھارت کے نظام حکومت کی مثال دی اور اب سے پہلے کے سارے وزرائے اعظم کو بھی سچا بتا کر واجپائی کے زمانے کے قانون کو ماننا ضروری بتا کر میرے دل کو مطمئن کر دیا۔

مرنے کے بعد کی جنت اور جہنم پر جب میں نے شک ظاہر کیا کہ آدمی مر گیا، گل سڑ گیا تو انہوں نے پہلے تو سچے نبی کی زبان اور سچے قرآن کی بات کہی، پھر ایک مچھلی کا قصہ مثال کے طور پر سنایا۔ جس سے میرا دل بہت مطمئن ہوا۔ میرے دل میں اچانک خیال آیا تو میں نے مولوی صاحب سے سوال کیا کہ اچھا یہ بتائیے کہ مسلمانوں کو اپنے دھرم اور مذہب کی باتوں پر جو یقین ہوتا ہے وہ ہندوؤں کو کیوں نہیں ہوتا؟

مولوی صاحب نے جواب دیا کہ یقین انسان کا سچ پر جمتا ہے۔ جھوٹ پر انسان کے اندر شک رہتا ہے، کیونکہ قرآن اسلامی اصول، اسے لانے والے آخری رسول اور ان کی زندگی کے واسطے سے ہمارے پاس بہت پکی سند کے ساتھ موجود ہے، اس لیے ہمیں اسلام کی ہر بات پر اندر سے یقین ہوتا ہے۔ اسلام اور قرآن ایسے سچے نبی کے واسطے سے ہم تک پہنچا ہے، جسے دشمن بھی الصادق الامین کہتے تھے۔

میرے دل کو یہ بات بہت اچھی لگی۔ بار بار مولوی صاحب مجھ سے اسلام قبول کرنے اور مسلمان ہونے کے لیے کہتے رہے تو میں جان بچا کر اٹھ کر پیشاب کے بہانے جہاز کے ٹائلٹ میں چلا گیا۔ ٹائلٹ سے واپس آ کر میں سیٹ پر واپس آنے کی بجائے ایک طرف کھڑا ہو کر دیر تک سوچتا رہا۔ کہ یہ آدمی میرا کوئی رشتے دار نہیں، اسے مجھ سے کوئی لالچ نہیں۔ ایسا پڑھا لکھا اور دلیل سے بات کرتا ہے، میں ایک ڈاکٹر تعلیم یافتہ آدمی ہوں۔ جب میرا دل و دماغ سو فیصد اس کی باتوں سے مطمئن ہے تو مجھے فیصلہ کرنے میں یہ سوچنا کہ سماج کیا کہے گا، جہالت ہے۔ یہ نیا زمانہ ہے اور ہر آدمی کم از کم مجھ جیسا سائنس میں پی ایچ ڈی کرنے والا تو سو فیصد آزاد ہے اور میں نے فیصلہ کر لیا کہ مجھے اس سچے اور بھلے آدمی کی اس درد بھری پیش کش کو ٹھکرانا نہیں چاہیے۔

مولوی صاحب نے مجھے بتایا کہ دبئی کے سفر میں وہ بہت دُکھی تھے۔آپ جب اٹھ کر گئے تو میں نے اپنے مالک سے تڑپ کر دعا کی کہ میرے اللہ جب آپ ہی دلوں کو پھیرنے والے ہیں تو ان کا دل اسلام کے لیے کھول دیجئے۔مجھ دل شکستہ بندے کا دل بہت دُکھا ہوا ہے۔میرے اللہ ذرا سا خوش کر دیجئے۔

بہت اعتماد اور عزم کے ساتھ میں سیٹ پر پہنچا۔مجھے آج بھی اس عزم کا مزہ محسوس ہوتا ہے، جیسے کوئی سپہ سالار ایک دنیا فتح کر کے بیٹھا ہو۔میں نے مولوی صاحب سے کہا: مجھے مسلمان کر لیجئے۔مولوی صاحب نے خوشی سے مجھے کلمہ پڑھایا۔میرا اِسلامی نام محمد قاسم رکھا اور مجھے بتایا کہ یہ اسلام اب آپ کی ملکیت نہیں، بلکہ امانت ہے اور آپ قاسم ہیں۔ہمارے نبی کا ایک لقب قاسم تھا۔اب آپ کو اِسلام کا پیغام سب تک پہنچانا ہے۔جہاز میں اعلان ہوا کہ اب ہم دہلی پہنچ رہے ہیں۔جہاز سے اترا۔ہم دونوں اپنے ملک میں ایک مذہب کے ساتھ آسمان سے اترے۔میں نے اپنے سامان سے وہ مٹھائی اور چاکلیٹ اور بسکٹ نکال کر مولوی صاحب کو خوشی سے پیش کیا، جو میں اپنے خاندانی دھرم گرو کے لیے لے کر آیا تھا اور خوشی خوشی میں گڑگاؤں پہنچا۔

اس کے بعد ایک لطیفہ سناتا ہوں، مولوی صاحب کو پھلت جا کر یہ خیال آیا کہ انہیں میرا نام اسامہ رکھنا تھا۔انہوں نے مجھے فون کیا کہ غلطی سے میں نے آپ کا نام محمد قاسم رکھ دیا۔آپ نے تو اپنا نام اسامہ رکھا تھا۔آپ اپنا نام اسامہ رکھ لیں۔میں نے کہا: مولوی صاحب! اسامہ نام رکھ کر لوگ مجھے جینے نہیں دیں گے محمد ﷺ کا ایک نام قاسم ہے، وہ اسامہ سے بہت اچھا ہے۔مولوی صاحب نے ہنس کر فون رکھ دیا۔

میرے اکیلے بھائی امریکہ میں رہتے ہیں، بڑے ڈاکٹر ہیں۔ان کے لیے ہدایت کی دعا کرنی شروع کی تھی۔ستمبر میں ان کا خط آیا کہ وہ اپنے نرسنگ ہوم کی ایک نرس سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گئے ہیں اور انہوں نے اس سے شادی بھی کر لی ہے۔یہ ان کی دوسری شادی ہے۔بھابھی (بڑے بھائی کی پہلی بیوی) سے فون پر بات چیت ہوتی رہتی ہے۔شروع شروع میں تو وہ بہت برہم تھیں۔ہندوستان واپس آنا چاہتی تھیں مگر یہ معلوم کر کے حیرت ہوئی

کہ اس مسلمان نرس کے اخلاق سے متاثر ہو کر وہ بھی مسلمان ہوگئی ہیں۔

میں نے گڑگاؤں میں ایک مولوی صاحب سے رابطہ کیا۔ روز رات کو ایک یا آدھے گھنٹے کے لیے جاتا ہوں۔ اللہ کا شکر ہے کہ میں نے قرآن پڑھ لیا ہے۔ جنازے کی نماز تو پوری یاد ہوگئی ہے اس کے علاوہ روزانہ کسی نہ کسی کتاب کو بھی پڑھتا ہوں۔ اللہ کا شکر ہے میرا بھی رشتہ ایک دیندار مسلم پڑھے لکھے گھرانے میں ممبئی میں ہوگیا ہے۔

مسلمانوں کے لیے میرا پیغام تو بس یہ ہے کہ اسلام جب ایک سچائی ہے اور یہ سچائی جب سب کے لیے ہے تو اسے سب تک پہنچنا چاہیے۔ انسان تو سچائی کے سامنے بے بس ہوتا ہے، وہ سچائی کو قبول کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

قرآن کے حقوق

انسان جس ملک کا باشندہ ہو اس فرمان روا کا ملکی قانون اس پر لاگو ہوتا ہے۔ خلاف ورزی پر اسی قانون کے مطابق سزا ملتی ہے۔ اگر جرم زیادہ سنگین ہو تو دیس نکالا بھی دے دیا جاتا ہے۔ ہم اللہ کی پیدا کردہ زمین پر رہائش پذیر ہیں جب زمین کا شہنشاہ اللہ ہے تو زمین پر رہنے والے لوگوں پر قانون بھی اللہ کا ہی لاگو ہوگا۔ اللہ نے وقتاً فوقتاً انسانوں کو اپنے قانون کی تعلیم دینے کے لیے انبیاء بھیجے۔ اللہ کے احکام کا آخری اور جامع مجموعہ قرآن مجید ہے۔ اس کی تعلیم اور اس پر عمل کر کے سیدنا محمد ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے ہمیں دکھلا دیا۔ آپ نے کبھی تدبر کیا کہ قرآن کے ہم پر کیا حقوق ہیں؟

قرآن پر ایمان

﴿ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝﴾ (۲/ البقرۃ:۲-۴)

''اس کتاب (کے اللہ کی کتاب ہونے) میں کوئی شک نہیں۔ اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے راہ ہدایت ہے۔ جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور ہمارے عطا کردہ مال میں سے خرچ کرتے ہیں اور جو لوگ ایمان لاتے ہیں۔ اس پر جو آپ کی طرف اتارا گیا اور جو آپ سے پہلے اتارا گیا اور وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔''

﴿ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ﴾ (۲/ البقرة:۲۸۵)

''رسول اس چیز پر ایمان لایا جو اللہ کی جانب سے اس پر اتری اور مومن بھی ایمان لائے (قرآن پر) یہ سب اللہ اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔''

سید قطب شہید رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''یہ ایمان اس امت کو سزاوار ہے جو اللہ کے دین کی وارث ہے جو قیامت تک اس کی دعوت کو لے کر اٹھنے والی ہے۔ جس کی جڑیں زمین کی گہرائیوں میں پیوست ہیں۔ جو دعوت رسول اور اس کے کارواں میں شامل اور رواں دواں ہے۔ جو انسانیت کی پوری تاریخ میں پھیلا ہوا ہے۔'' (فی ظلال القرآن)

قرآن نصیحت ہے

﴿ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝ ﴾ (۵۴/ القمر:۱۷)

''اور بے شک ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا ہے۔ پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا نہیں ہے؟''

مُّدَّکِر کے معنی ہیں ''عبرت پکڑنے اور نصیحت حاصل کرنے والا۔''

آیت مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کے معانی اور مطالب کو سمجھنا، اس سے عبرت حاصل کرنا اور اسے حفظ کرنا ہم نے آسان بنا دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن حکیم اعجاز و بلاغت کے اعتبار سے نہایت اونچے درجے کی کتاب ہونے کے باوجود جو کوئی تھوڑی سی توجہ دے تو عربی گرامر اور معانی و بلاغت کی کتب پڑھے بغیر ہی اسے سمجھ لیتا ہے۔ یہ دنیا کی واحد

کتاب ہے جو حرف بہ حرف یاد کر لی جاتی ہے۔ انسان اگر اپنے دل و دماغ کو بروئے کار لا کر نصیحت و عبرت کے لیے پڑھے تو دنیاوی اور اخروی سعادتوں کے دروازے کھلتے جاتے ہیں۔ قرآن ایسے قاری کے دل و دماغ میں اتر کر کفر و معصیت کی تمام آلودگیوں کو دُور کر دیتا ہے۔
(تفسیرا حسن البیان)

ہم اپنی دنیا کے دھندوں میں مصروفیت کی وجہ سے خالق کائنات کو فراموش کر دیتے ہیں۔ یہی آیات ہمارا ناطہ از سرنو اللہ کریم سے جوڑ دیتی ہیں۔ اللہ کریم سے تعلق کی اشد ضرورت گدا سے لے کر شاہ تک سب کو یکساں ہیں۔ کوئی انسان اللہ کی ناراضی کا متحمل نہیں ہوسکتا اور جہنم کی آگ میں جلنا پسند نہیں کرتا۔ قرآن کی سورتوں اور آیات کو پڑھ کر اپنی زندگی کو اِس کے مطابق ڈھالنا ہی اللہ کی رضا ہے اور فردوس بریں کا راستہ ہے۔ آیئے! ہم بھی اس کے لیے اسی لمحے سے تن من دھن ایک کر دیں۔ اقبال نے ہمارے اسلاف اور ہماری حالت کی ترجمانی کی ہے۔

وہ معزز تھے زمانہ میں مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَاۗفَّةً ﴾ (۲/ البقرۃ:۲۰۸)

''ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔''

یہ نہ ہو کہ جو باتیں تمہاری مصلحتوں اور خواہشات کے تابع ہوں ان پر تو عمل کر لو اور دوسرے احکام کو نظر انداز کر دو اور اپنے سابقہ دین (دور جہالت) کی باتیں اسلام میں داخل کرنے کی کوشش نہ کرو۔ بلکہ صرف اور صرف اسلام کو ہی اپناؤ۔ رسم و رواج اور ثقافت کو خوش نما نام دینا اور رسم و رواج اور برائیوں پر خوشنما غلاف چڑھا کر انہیں نیکی کے طور پر پیش نہ کرو۔ قرآن کہتا ہے:

﴿ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَاۗءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ

﴿الْعَذَابِ﴾ (۲/ البقرة:۸۵)

''کیا تم بعض احکام پر ایمان رکھتے ہو اور بعض کے ساتھ کفر کرتے ہو۔ تم میں سے جو بھی ایسا کرے۔ اس کی سزا کیا ہو؟ کہ دنیا میں رسوائی ہو اور قیامت کے دن سخت عذاب کی طرف لوٹائے جائیں۔''

تلاوتِ قرآن

تلاوت سے پہلے اللہ کی پناہ مانگنے کا حکم ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ﴾ (۱۶/ النحل:۹۸)

''تو جب آپ قرآن پڑھیں تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں۔''

راغب اصفہانی نے المفردات میں ''تلاوۃ'' کے معنی کتاب کو پڑھنے اور اس کے معنی پر غور کرنے کے کئے ہیں۔ پھر لکھتے ہیں کہ ''التلاوۃ'' خصوصاً اللہ کی طرف سے نازل شدہ کتب کی اتباع کو کہا جاتا ہے۔ کبھی یہ اتباع ان کی قراءت کی صورت میں ہوتی ہے۔ کبھی ان کے اوامر ونواہی، ترغیب وترہیب اور جو کچھ ان سے سمجھا جاسکتا ہے۔ ان کے اتباع کی صورت میں۔ اور تلاوت صرف قرآن حکیم پڑھنے سے خاص ہے۔ قرآن کہتا ہے:

﴿الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ﴾ (۲/ البقرة:۱۲۱)

''جنہیں ہم نے کتاب دی وہ اسے اس طرح پڑھتے ہیں جیسے کہ اس کا پڑھنے کا حق ہے۔''

خوب توجہ اور غور سے پڑھتے ہیں۔ جنت کا ذکر آتا ہے تو جنت کا سوال کرتے ہیں اور جہنم کا ذکر کرتے ہیں تو اس سے پناہ مانگتے ہیں۔ اس کے حلال کو حلال، حرام کو حرام سمجھتے ہیں اور اس میں تحریف نہیں کرتے (جیسے یہودیوں کا شیوہ ہے) اس میں جو کچھ تحریر ہے لوگوں کو بتلاتے ہیں۔ اس کی کوئی بات نہیں چھپاتے ہیں۔ اس کی ایک ایک بات کا اتباع کرتے ہیں۔'' (فتح القدیر)

قرآن کا ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا

﴿وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۝﴾ (۷۳/ المزمل:٤)

''اور آپ قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کریں۔''

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی" ورتل القرآن" کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ لغت کی رو سے ''ترتیل کے معنی، واضح اور صاف پڑھنا ہے۔''

اصطلاح میں سات چیزوں کی رعایت رکھنے کا نام ترتیل ہے:

(۱) ہر حرف کو اس کے مخرج سے نکالنا۔ (۲) وقف وابتدا کا لحاظ رکھنا۔

(۳) تینوں حرکتوں کو صاف ادا کرنا۔ (۴) آواز کا قدرے بلند کرنا۔

(۵) آواز کا عمدہ بنانا۔ (٦) تشدید و مد کا خیال رکھنا۔

(۷) ترہیب وعذاب کی آیات پر دعا واستغفار جبکہ ترغیب وثواب کی آیات پر سوالِ جنت کرنا۔ (جمال القرآن معہ شرح کمال الفرقان ، قاری محمد طاہر رحیمی ، صفحہ: ۱۱)

تجوید کا معنی تحسین یعنی آراستہ کرنا۔ درست کرنا۔ جس کے تحت حروف قرآن کو اُن کے صحیح مخارج کے مطابق پڑھا جاتا ہے اور حروف کے ادا کرنے میں آواز نہ زیادہ زور آور ہوتی ہے نہ کمزور اور نہ کوئی لغزش و غلطی ہوتی ہے۔

تجوید کی سب سے بڑی غرض یہ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے وقت زبان لحن یعنی لغزش اور غلطی سے محفوظ رہے۔ فن تجوید بتاتا ہے کہ کس حرف کا صحیح مخرج کیا ہے۔ پھر حروف کو اُن کے صحیح مخارج سے نکالنے کی مشق کرائی جاتی ہے۔

بسا اوقات مخارج اور صفات کی غلط ادائیگی سے معنی ہی بدل جاتے ہیں۔ ملاحظہ کیجیے "الحمد للہ" اس لفظ میں ''ح'' کا مخرج وسط حلق ہے۔ لاعلمی سے ہم اسے حلق کے پچھلے حصے، جو سینہ کی طرف ہے، سے ادا کر کے اسے "الھمد للہ" بنا دیتے ہیں۔ "الحمدللہ" کا مطلب ''تمام تعریف اللہ کے لیے ہے۔'' جبکہ "الھمد للہ" کا مطلب ''آگ کی حرارت ختم ہونا۔ یا فوت ہونا'' ہے۔ گویا کہ نماز کے شروع میں ہی آپ نے لاعلمی میں ''تمام تعریفیں اللہ کے لیے'' کی بجائے ''اللہ کی حرارت ختم ہوگئی، اللہ فوت ہوگیا۔'' کہہ دیا

(معاذ اللہ) ایسی نماز ثواب کا ذریعہ بنے گی یا قہر الٰہی کو دعوت دے گی؟ فیصلہ خود کیجئے۔

اسی طرح "وانحر" (آپ ذبح کیجئے) کی جگہ "وانھر" پڑھ دیا (آپ ڈانٹیے)۔ سورۃ الکوثر کا آپ نے شان نزول اور متن ہی بدل دیا۔

"اَنْذَرَ" (اس نے ڈرایا) کی جگہ "انزر" پڑھا تو معنی "اس نے تھوڑا عطیہ دیا" ہو گئے۔[1] "صیف" (گرمی) کی جگہ "سیف" پڑھا تو معنی تلوار ہوگا۔ اس طرح سورۃ قریش کا شان نزول اور متن دونوں بدل گئے۔

"عصٰی" (نافرمانی کی) کی جگہ "عسٰی" پڑھا تو معنی "ممکن ہے" بن جائے گا۔

"ق" کا مخرج کوے کے متصل زبان کی جڑ جب اوپر کے تالو سے ٹکر کھائے گی تو "ق" ادا ہوتا ہے جبکہ لاعلمی میں ق کے مخرج کے متصل ہی منہ کی جانب ذرا نیچے ہٹ کر "ك" کا مخرج ہے۔ ہم ق کو "ك" بنا دیتے ہیں۔ جس سے معنی میں فرق آ جاتا ہے۔ چشم دید دلچسپ واقعہ سنیے۔ طائف میں قیام کے دوران ہمارے سعودی ایئر بیس پر آنے جانے کے لیے کوچ کا انتظام تھا۔ سعودیہ میں ہم نئے نئے تھے۔ ہمارے دوست محمد ادریس جو مکینیکل ٹرانسپورٹ سیکشن میں تھے۔ اس سیکشن میں انگلش بولنے والا کوئی نہیں تھا۔ اس لیے انہوں نے جندی ساتھیوں سے غلط سلط عربی فر فر بولنا شروع کر دی۔ ہم سب ان کے عربی بول چال سیکھنے اور بولنے سے مرعوب تھے۔ یہ پچھلی سیٹوں کے جندی ساتھیوں کے ساتھ ہی بیٹھا کرتے تھے اور زور زور سے باتیں کیا کرتے تھے جبکہ میری سیٹ ڈرائیور کے بالکل پیچھے راستہ کی جانب تھی۔ حسب معمول پچھلی سیٹوں پر خوب شور ہوتا رہتا تھا۔ ایک دن اچانک سناٹا چھا گیا اور طائف پہنچنے تک خاموشی رہی۔ تمام دوستوں نے خاموشی کا نوٹس لیا لیکن یہ کسی کو پتہ نہ چلا کہ کیا ماجرا ہے۔ درحقیقت مذاق میں محمد ادریس اپنی طرف سے جندیوں کو کچھ یوں کہہ گئے۔ انگلش میں ترجمانی پڑھیے You are black hearted کہ تمہارے دل میں کچھ اور ہے اور کہہ کچھ اور رہے ہو۔ اب عربی جملہ سن لیجیے جو فوری خاموشی کا باعث بنا انت قلب سیاہ (اسود) لیکن مخارج سے لاعلمی رنگ لائی اور محمد ادریس کی ادائیگی انت کلب سیاہ تھی۔ جس کے معنی You are a black dog۔ اگلے دن جندیوں نے مل کر عربی زبان میں

Base commander کو درخواست دی کہ محمد ادریس نے بھری کوچ میں ہمیں "کالے کتے" کہہ کر ہماری بے عزتی کی ہے۔ چنانچہ جندیوں کے اعتراض پر محمد ادریس کو اور مجھے (میاں انوار اللہ کو) بھی بلایا گیا۔ میں نے تو لاعلمی کا اظہار کر کے براءت کرالی جبکہ Base commander نے محمد ادریس سے پوچھا۔ تم نے جو کچھ انہیں کل بھری کوچ میں کہا تھا اسے عربی اور انگلش میں لکھ کر مجھے دکھاؤ۔ جب معاملہ واضح ہوا تو Base commander نے جندیوں کو سمجھایا کہ اس نے "انت کلب سیاہ" نہیں کہا۔ یہ عجمی ہے اور عربی زبان نہیں جانتا۔ محمد ادریس نے درحقیقت انت قلب سیاہ کہا ہے تو معاملہ رفع دفع ہوا۔ اور محمد ادریس کو غلط سلط عربی بولنے سے روک دیا گیا۔

عربی حروف تہجی میں سب سے مشکل مخرج "ض" کا ہے۔ زبان کی کروٹ دائیں یا بائیں سے جب اوپر کی ڈاڑھ کی جڑ سے لگا دیں تو "ض" ادا ہوتا ہے۔ عموماً ضاد کو لوگ دال یا ظا پڑھ لیتے ہیں۔ ضاد یا ظا کی اکثر صفات آپس میں ملتی ہیں۔ جبکہ دال سے اس کا کوئی واسطہ ہی نہیں۔ نماز میں ائمہ حضرات کی اکثریت لاعلمی سے اسے دال ہی پڑھتی ہے اگر آپ نے "فترضٰی" "پس آپ راضی ہو جائیں گے (۹۳/الضحیٰ:۵) کی بجائے "فتردٰی" پڑھا تو معنی یہ ہوگا: "پس آپ ہلاک ہو جائیں گے۔" (معاذ اللہ)

ایسے ہی "قل" "کہو" کی بجائے "کل" کہہ دیا تو معنیٰ "کھاؤ" بن جائے گا۔

اسی طرح حرکت بدلنے سے بھی مضحکہ خیز صورت حال بن جاتی ہے۔ مثلاً اِیَّاكَ کی جگہ اِیَّاكِ۔ اِهْدِنَا کی جگہ اَهْدِنَا پڑھنا۔ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ "جن پر (اے اللہ) تو نے انعام کیا" اگر اَنْعَمْتُ عَلَيْهِمْ پڑھا تو معنیٰ "میں (بندے) نے ان پر انعام کیا۔" (معاذ اللہ)۔ خَلَقْنَا ہم (اللہ) نے پیدا کیا کی جگہ خَلَقَنَا پڑھ دیا تو معنی یہ ہوگا: "اس نے ہمیں پیدا کیا۔"

یہ ساری غلطیاں لحن جلی (بڑی بڑی غلطیاں) ہیں جن کے ارتکاب سے مطلب کچھ کا کچھ بن جاتا ہے۔

ہمارا یہ عذر کہ ہم عجمی ہیں اللہ کے ہاں قبول نہ ہوگا کیونکہ ہم نے قرآن کا بنیادی حق جاننے کی کوشش ہی نہیں کی جبکہ روزی کے لیے پانچ سات سال کے بچے کو ہی تعلیم دینا شروع

کر دیتے ہیں۔

تلاوت قرآن ہم سے وقت اور محنت کا تقاضا کرتی ہے۔ اگر یہ قرآن کی تلاوت کے اصول وضوابط جاننے میں اور ان پر عمل پیرا ہونے میں خرچ ہو جائیں تو نور علیٰ نور ہے۔

قرآن مجید ایک ہدایت نامہ ہے جس میں سوال اور ساتھ ساتھ جوابات بھی بتائے گئے ہیں۔ یوں سمجھیں کہ کمرہ امتحان سے پہلے پیپر آؤٹ ہو چکا ہے اور لوگوں کے ہاتھ میں ہے لیکن پھر Cancel نہیں ہوتا۔ اب طلباء اگر فیل ہو جائیں تو کتنے بدقسمت اور بدنصیب ہوں گے کیونکہ ڈیٹ شیٹ سے بہت پہلے پیپر بمعہ جوابات ہاتھ لگ چکا ہے یہی بدقسمتی اور بدنصیبی ہے کہ ہم اس ہدایت نامے سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔

قرآن کی فریاد

طاقوں میں سجایا جاتا ہوں
آنکھوں سے لگایا جاتا ہوں
تعویذ بنایا جاتا ہوں
دھو دھو کے پلایا جاتا ہوں
جُزدان حریر و ریشم کے
اور پھول ستارے چاندی کے
پھر عطر کی بارش ہوتی ہے
خوشبو میں بسایا جاتا ہوں
جس طرح طوطا مینا کو
کچھ بول سکھائے جاتے ہیں
اس طرح پڑھایا جاتا ہوں
اس طرح سکھایا جاتا ہوں
جب قول و قسم لینے کے لیے
تکرار کی نوبت آتی ہے
پھر میری ضرورت پڑتی ہے
ہاتھوں پہ اٹھایا جاتا ہوں
دل سوز سے خالی رہتے ہیں
آنکھیں ہیں کہ نم ہوتی ہی نہیں
کہنے کو میں اک اک جلسہ میں

پڑھ پڑھ کر سنایا جاتا ہوں
نیکی پہ بدی کا غلبہ ہے
سچائی سے بڑھ کر دھوکا ہے
اک بار ہنسایا جاتا ہوں
سو بار رلایا جاتا ہوں
یہ مجھ سے عقیدت کے دعوے
قانون پہ راضی غیروں کے
یوں بھی مجھے رسوا کرتے ہیں
ایسے بھی ستایا جاتا ہوں
کس بزم میں مجھ کو بار نہیں
کس عرس میں میری دھوم نہیں
پھر بھی اکیلا رہتا ہوں
مجھ سا کوئی بھی مظلوم نہیں

(ماہر القادری)

قرآن میں ہو غوطہ زن

اس دور میں ہر شخص ہے حیران و پریشان
پھر کفر کی زد پر ہے مسلمان کا ایمان
اسلام میں الحاد کے پیوند کی ترغیب
تعمیر کے پردے میں ہے تخریب کا سامان
خود اپنے ہیں اسلام میں تفریق کے درپے
بے دینی و الحاد کے جاری ہوئے فرمان
ابلیس کے احکام کی تبلیغ و اشاعت
ذہنوں سے فراموش ہے اللہ کا پیمان
ہر صاحب ایمان کے مقدر میں ہے تشویش
ہر سمت مسلط ہے عجب طرح کا ہیجان
کچھ وہ بھی ہیں اغیار کے پھندے میں گرفتار
بنتے آئے ہیں جو آیات الٰہی کے نگہبان
جس دین کو اَکْمَلْتُ لَكُمْ حق نے کہا ہے
اس دیں پہ ہے کوتاہیٔ تکمیل کا بہتان
قُوْآ اَنْفُسَكُمْ حكم خداوندِ جہاں ہے
امڈا چلا آتا ہے ہلاکت کا وہ طوفان
اس دور میں جو چیز محافظ ہے ہماری
قرآن ہے قرآن ہے قرآن ہے قرآن
منظور اگر ہے تمہیں ایمان کی حفاظت
قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد میدان
اللہ کرے تجھ کو عطا جدّتِ کردار (اقبال)

قرآن (نظم)

میں دہنِ نبی سے نکلا ہوا اک نور کا پرتو ہوتا تھا
ایمان منور ہوتے تھے سینوں میں سمایا جاتا تھا
اسلام کے پہلے مکتب میں اصحاب صُفہ کے دفتر میں
میں ہی سکھایا جاتا تھا میں ہی پڑھایا جاتا تھا
جو اول تھا جو اعلیٰ تھا جو سچائی کا ہالہ تھا
وہ صدق بھی میرے ہی صدقے صدیقؓ کہلایا جاتا تھا
عمرؓو علیؓ کے حصے میں جو فوز و سعادت آئی تھی
وہ نقشِ ثانی بھی میرا اعجاز بتایا جاتا تھا
سب قاری میرے سالمؓ تھے اعلیٰ درجے کے عالم تھے
میں حسنِ نیت کا طالب تھا فرقان کہلایا جاتا تھا
قلب ونظر کے آنگن میں جو پھول اگائے جاتے تھے
ان پھولوں کی مَیں خوشبو تھا دامن میں بسایا جاتا تھا
بشیر بھی تھا نذیر بھی تھا سب فتنوں کا داروگیر بھی تھا
رشد و ہدایت کا چشمہ تھا اور خوب پلایا جاتا تھا
دنیا میں جہانگیری کے دساتیر میں شامل رہتا تھا
نصب العین حقیقی ہوں یہ حق سمجھایا جاتا تھا
کبھی غار حرا میں جاتا تھا کبھی کوہ صفا پر آتا تھا
سچائی کے روزن سے غبار ہٹایا جاتا تھا
قلبوں کی شقاوت جاتی تھی لہجوں کی کثافت مٹتی تھی
کج فہموں کو تکذیبوں کو صراط دیکھایا جاتا تھا
بدر و حنین کے معرکے میں اصحاب کبار کے حلقے میں
یقین و عمل کی دولت تھا اور خوب کمایا جاتا تھا

ڈاکٹر حافظ محمد شہباز حسن کی تحریری کاوشیں

① شوقِ عمل، ارکانِ اسلام کی ترغیب، قرآنِ مجید اور صحیح احادیث کی روشنی میں (مطبوع)

② سیاحتِ امت المعروف بہ شوقِ جہاد، قرآن اور معتبر احادیث کی روشنی میں (مطبوع)

③ مظلوم صحابیات رضی اللہ عنہن (مطبوع)

④ فتاویٰ افکارِ اسلامی (مطبوع)

⑤ خوش نصیبی کی راہیں (طریق الھجرتین ..... از امام ابن قیم کا ترجمہ اور تلخیص وتعلیق) (مطبوع)

⑥ جہنم اور جہنمیوں کے احوال (النار حالها واحوال اهلها کا ترجمہ وتعلیق) (مطبوع)

⑦ جنت میں خواتین کے لیے انعامات (احوال النساء فی الجنة کا ترجمہ وتعلیق) (مطبوع)

⑧ غسل، وضو اور نماز کا طریقہ، مع قرآنی دعائیں اور اذکار (الوضوء و الغسل و الصلاة از شیخ محمد بن صالح العثیمین کا ترجمہ وتعلیق) (مطبوع)

⑨ بدعات کا انسائیکلو پیڈیا (قاموس البدع کا ترجمہ واستدراک) (مطبوع)

⑩ مقامِ قرآن (میاں انوار اللہ / راقم الحروف) (مطبوع)

⑪ انسان اور قرآن (میاں انوار اللہ / راقم الحروف) (مطبوع)

⑫ عُلوم اسلامیہ (نصابی کتاب) (پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد اسرائیل فاروقی / راقم الحروف) (مطبوع)

⑬ اسلامی تعلیمات (نصابی کتاب) (پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد اسرائیل فاروقی / راقم الحروف) (مطبوع)

⑭ سجدۂ تلاوت کے احکام اور آیاتِ سجدہ کا پیغام (زیرِ طبع)

⑮ تفسیر مجمع النکات (سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرۃ کے تفسیری نکات) (زیرِ طبع)

⑯ تفسیر میں عربی لغت سے استدلال کا منہج (عُلومِ اسلامی میں پی ایچ ڈی کا مقالہ) (زیرِ طبع)

⑰ صداقت نبوتِ محمدی (دلائل النبوة از ڈاکٹر منقذ بن محمود السقار کا ترجمہ وتعلیق) (زیرِ طبع)

⑱ اسلام کے بنیادی عقائد ونظریات اور اعمال وآداب، شرح اربعین نووی (زیرِ طبع)

⑲ فرقہ پرستی کے اسباب اور ان کا حل (الافتراق اسبابها و علاجها کا ترجمہ وتعلیق) (زیرِ طبع)

⑳ دنیا ڈھلتی چھاؤں (الدنیا ظل زائل کا ترجمہ) (زیرِ طبع)

㉑ التأثیر الاسلامی فی شعر حالی الأردی (عربی زبان وادب میں مقالہ برائے ایم اے/ایم فل) (عربی) (زیرِ طبع)

میاں انوار اللہ صاحب کی مطبوعہ تالیفات

① ہدایت کی جانب سفر

② حدیث اور خدامِ حدیث

③ توبہ کا دروازہ

④ مقامِ قرآن

⑤ الاسماء الحسنٰی